نمبر ۴۴ ‖ ۹۔ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء روز چہارشنبہ ‖ جلد ۶

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن۔

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جو شخص ایمان لاتا ہے اُسے اپنے ایمان سے یقین اور عرفان تک ترقی کرنی چاہیئے نہ یہ کہ وہ پھر ظن میں گرفتار رہو۔ یاد رکھو ظن مفید نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ یقین ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بامراد کر سکتی ہے یقین کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر انسان ہر بات پر بدظنی کرنے لگے تو شاید ایک دم بھی دنیا میں نہ گذار سکے وہ پانی نہ پی سکے کہ شاید اس میں زہر ملا دیا ہو بازار کی چیزیں نہ کہا سکے کہ ان میں ہلاک کرنیوالی کوئی شے ہو۔ پھر کسطرح وہ رہ سکتا ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے اسی طرح پر انسان روحانی امور میں اس سے فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود۔ حکم۔ عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنیوالا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حکم ہے تو پھر اسکے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتیار ڈالدو۔ اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باتوں کی عزت و حرمت کرنیوالے ٹھہرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کافی ہے وہ تسلی دیتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا وہ حکم عدل ہوگا اگر اسپر تسلی نہیں ہوتی تو پھر کب ہوگی یہ طریق ہرگز اچھا اور مبارک نہیں ہو سکتا کہ ایمان بھی ہو۔ اور دل کے بعض گوشوں میں بدظنیاں بھی ہوں میں اگر صادق نہیں ہوں تو پھر جاؤ اور صادق تلاش کرو اور یقیناً سمجھو کہ اس وقت اور صادق نہیں مل سکتا۔ اور پھر اگر دوسرا کوئی صادق نہ ملے اور نہیں ملے گا۔ تو پھر میں اتنا حق مانگتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو دیا ہے۔

جن لوگوں نے میرا انکار کیا ہے اور جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں اُنہوں نے مجھے شناخت نہیں کیا اور جس نے مجھے تسلیم کیا اور پھر اعتراض رکھتا ہے وہ اور بھی بدقسمت ہے کہ دیکھ کر اندھا ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ معاصرت بھی رتبہ کو گھٹا دیتی ہے اسی لئے حضرت مسیح کہتے ہیں کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُنکو اہل وطن سے کیا کیا تکلیفیں اور صدمے اُٹھانے پڑے تھے اور یہ انبیاء علیہ السلام کے ساتھ ایک سنت چلی آتی ہے ہم اس سے الگ کیونکر ہو سکتے ہیں اس لئے ہمکو جو کچھ اپنے مخالفوں سے سننا پڑا یہ اسی سنت کے موافق ہے ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن

افسوس اگر یہ لوگ صاف نیت سے میرے پاس آتے تو میں انکو وہ دکھاتا جو خدا نے مجھے دیا ہے اور وہ خدا خود اُنپر اپنا فضل کرتا۔ اور انہیں سمجھا دیتا مگر اُنہوں نے بخل اور حسد سے کام لیا۔ اب میں اُن کو کسطرح سمجھاؤں۔

جب انسان سچے دل سے حق طلبی کے لئے آتا ہے تو سب فیصلہ ہو جاتے ہیں لیکن جب بدگوئی اور شرارت مقصود ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں

۲ دسمبر تا ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء تک

بوجہ رمضان شریف حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے بعد ادائے نماز مغرب آپ تشریف لیجاتے ہیں اور قریب عشاء تشریف لاتے ہیں اور کچھ دیر اجلاس فرماتے ہیں۔ اس لئے ان تاریخوں کے دربار شام کی کیفیت بہت ہی کم قابل ذکر ہے۔

یکم رمضان کی شام کو جب حضرت اقدس واپس تشریف لائے تو عیسائیوں کے ایک کمیٹی میں سے استغفار اور ذنب کے متعلق ایک مضمون سنایا گیا حضرت اقدس اسکو سنتے جاتے تھے اسکے جواب کے لئے بعض اشارات بھی دیتے جاتے تھے۔ امید کیجاتی ہے کہ اس مضمون پر ایک سیر کن بحث کسی وقت میگزین میں انشاء اللہ ہوگی چنداں ضرورت نہیں کہ صرف اشارات ہی دیکر ہم ڈائری کی تاریخ پوری کرنے کی سعی کریں۔ بلکہ اس کے لئے ناظرین میگزین کا انتظار کرنا چاہیئے۔ البتہ ایک بات جو اہم ہے وہ ہم درج کر دیتے ہیں

فرمایا استغفار کے معنے سمجھنے میں ان لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے استغفار کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ گناہوں سے بچا اور انکے برے نتائج سے محفوظ رکھ۔ اور دوسرے اس کے یہ معنے ہیں کہ گناہ سرزد ہی نہ ہوں۔ جس کتاب میں یہ نہیں لکھا وہ ناقص اور ناکمل کتاب ہے ہر ایک انسان کو خدا سے مانگنا چاہیئے کہ ان قوی کا ظہور و بروز نہ ہو جنمیں گناہ کی صفت ہے۔ اس دعا کی ہر بشر کو ضرورت ہے کیونکہ خدا کا سہارا طلب کرنا بشریت کا خاصہ ہے

۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مسٹر وال نے جو لیکچر عیسائیت پر دیا تھا جس کا خلاصہ سول ملٹری گزٹ لاہور سے سنایا گیا اور ضمناً بعض فقرات پر ملاحت بھرے فقرے فرماتے رہے۔ مثلاً ذکر آیا کہ خدا محبت ہے فرمایا عیسائیوں کو تو کہنا چاہیئے خدا بغض ہے کیونکہ پہلے بیٹے سے ہی دیکھ لو کیا سلوک کیا۔

۶ دسمبر ۱۹۰۲ء کو آپکی طبیعت ناساز تھی مگر اس روز ایک عظیم الشان وحی آپکو ہوئی جو اسم اعظم کے نام سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

اسم اعظم

۶ دسمبر ۱۹۰۲ء کی رات کو حضرت اقدس علیہ السلام تہجد مسجد میں تشریف نہ لائے۔ ۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ فرمایا کل تین دفعہ بر دو اطراف کا دورہ ہوا۔ نصف شب کے قریب سخت دورہ ہوا۔ کہ اگر **وحی الٰہی** زندگی کی بشارت نہ دیتی تو میں یقیناً سمجھتا کہ اب آخری وقت ہے اسی حالت میں غنودگی سی آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک کوچہ میں ہوں جو آگے سے بند ہے۔ اور بہت تنگ کوچہ ہے کہ بمشکل ایک آدمی اس میں سے گذر سکتا ہے میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ تین بیل ہیں ایک انمیں سے میری طرف حملہ کرکے دوڑا اسکو میں نے ہاتھ سے ہٹا دیا پھر دوسرا اسی طرح حملہ آور ہوا اسکو بھی ہٹا دیا۔ تیسرا اس شدت اور جوش سے آیا کہ اسے دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ اب خیر نہیں۔ لیکن جب میری قریب آیا تو دیوار کے ساتھ لگ کر آرام سے کھڑا ہو گیا۔ اور میں اسکے ساتھ جسم رگڑ کر اسکے پاس سے گذر گیا اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کلمات مجھ پر القا ہوئے۔ **رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي**۔ ترجمہ اے میرے رب ہر چیز تیری خادم ہے اے میرے رب میری حفاظت کر اور میری نصرت کر اور مجھ پر رحم کر۔

فرمایا۔ یہ **دعا** ایک حرز اور تعویذ ہے اور میرے دل میں اسوقت یہ بات پڑتی تھی کہ یہی اسم اعظم ہے فرمایا کہ میں اس دعا کو اب التزاماً ہر نماز میں پڑھا کرونگا۔ آپ بھی پڑھا کریں۔

فرمایا کہ اس میں بڑی بات جو ہمیں توحید سکھاتی یعنی اللہ جلشانہ کو ہی ضار اور نافع یقین دلاتی ہے یہ ہے کہ اس میں سکھایا گیا ہے کہ ہر شے تیری خادم ہے یعنی کوئی موذی اور مضر شے تیرے ارادے اور اذن کے بغیر کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی وہ **قیمتی ایمان** اور جوہر **الایقان** ہے جسکے لئے یہ آسمانی سلسلہ مخصوصاً قایم ہوا ہے اور جو ہر ایک مذہب اور ملت کے دل سے بالکل اٹھ گیا ہوا ہے

توحید اور ایمان کا اصل اصول یہی ہے کہ اللہ جلشانہ کو تمام ذرات کائنات پر متصرف اور مدبر بالارادہ اور اپنی مشیت اور علم اور قدرت اور حکمت کے مقتضا کے موافق کام کرنے والا یعنی یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید مانا جائے۔ اور تمام ذرات کون و مکان کو اسکے ارادہ اور قدرت کے ہاتھوں میں محض بے جان کٹھ پتلی کی طرح تسلیم کیا جائے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ آسمان پر اٹھ گیا ہوا

دیہات پر اس پاک درس اور نبی کے طفیل سے پھیلا ہے والحمد للہ۔

اظہار رائے

جو کتابیں رسالجات وقتاً فوقتاً دفتر ہذا میں بغرض ریویو آتے ہیں وہ اس عنوان کے نیچے ہم جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں لکھا کرتے ہیں۔ ایک عرصہ سے ہمارے پاس کئی کتابیں اور رسالے بغرض ریویو آئے ہوئے تھے جن میں سے بعض پر آج ہی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور باقی پر پھر کبھی۔ انشاء اللہ العزیز

ان دو میں سے پہلی کتاب

ہمارا قیصر

ہے۔ یہ کتاب دفتر پیسہ اخبار لاہور نے حال میں شائع کی ہے اپنے بادشاہ کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھنے والی وفادار رعایا ہر فرد بشر کو چاہیئے کہ اسکے حالات اور سوانح عمری کو پڑھ کر پوری واقفیت پیدا کرے تاکہ جسقدر وہ اس کے اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ سے واقف ہو گا اسی قدر اسکے دل میں اپنے بادشاہ کے لئے زیادہ محبت اور زیادہ فرمانبرداری اور وفاداری کا جوش پیدا ہوگا۔

اسی غرض کو مدنظر رکھ کر ہمارا قیصر نام کتاب شائع کی گئی ہے اور یہ پہلی کتاب ہے جو اردو زبان میں ہمارے اور قیصر کی ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند و انگلستان کی لائف پر لکھی گئی ہو۔ یہ کتاب ۲۰۰ صفحہ پر ختم ہوئی ہے جس میں طفولیت سے لیکر تاجپوشی تک کے حالات درج ہیں۔ مصنف نے چونکہ کتاب کو عجلت میں طیار کیا ہے اسلئے اسکی ظاہری مراتب پر بہت بڑی توجہ نہیں کر سکا۔ بہر حال نفس مضمون اور ترتیب واقعات اور ضرورت وقت کے لحاظ سے یہ کتاب بہت مفید اور کار آمد ہے۔ ہماری رائے میں اس کتاب کی اشاعت کثرت سے ہونی چاہیئے۔ بلکہ سر رشتہ تعلیم پنجاب کی طرف سے ہر سکول میں اسکی ایک ایک کاپی پہنچنی چاہیئے کتاب مجلد ہے اور قیمت ۱۲ دفتر پیسہ اخبار سے ملسکتی ہے۔ ہم پبلشر کو یہ رائے دینا چاہتے ہیں کہ وہ دربار دہلی کی تقریب پر اس کتاب کو کسی قدر کم قیمت پر فروخت کریں تو بہت مفید ہو۔

دوسری کتاب جسپر ہم ریمارک کرنا چاہتے ہیں وہ بھی دفتر پیسہ اخبار ہی سے چھپی ہے اسکا نام

عربی بول چال

ہے۔ اس کتاب کی ہم جسقدر سپارش کریں گے وہ بہت ۔۔۔ ندوۃ العلماء وغیرہ مدارس کے مکتبوں اور کالجوں میں۔ مسلمانوں کو اپنی مذہبی زبان کی علم اشاعت کے خیال سے اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ یہ دو کتابیں دفتر پیسہ اخبار لاہور سے ملیں گی۔ باقی کتابوں اور رسالوں پر ہم انشاء اللہ حسب ریویو کریں گے۔

(حضرت فاضل امروہوی کا)

رسالہ یک روزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

قول الشحناء والشوکۃ الیہودیہ
والقول الاحسن لتائید السلسلۃ الاحمدیہ

شعر

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

تعریف شوکت حسب کتب لغات

شاکۃ الشوکۃ تشوکہ شوکا اصابتہ و دخلت فی جسمہ * والشوکۃ ایضًا قرحۃ خبیثۃ مولمۃ تحدث غالبًا فی ابہام الید * حضرت شوکت کا یہ انقلاب کیوں ہوا اسلئے کہ الہام قدیم تہا انی مہین من اراد اہانتک صدق اللہ تعالیٰ و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - واضح ولائح خاطر عاطر ناظرین ہوکہ کیا عالم اس امر کا عالم ہے کہ الہام مذکورہ حضرت مجدد الوقت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا مدۃ دراز ۲۳ یا ۲۴ سال سے دنیا میں شائع ہو رہا ہے - الحمد ہزاروں آدمیوں نے اسکا پورا ہونا متعدد شانوں سے متعدد مقاموں میں اور متعدد اشخاص میں مشاہدہ کرلیا ہے صدق اللہ تعالیٰ کل یوم ہو فی شان اگر کسی نے بعلت اس کے اس علم کی تذلیل کرنی چاہی جو مصدق علمناہ من لدنا علمنا کا ہے تو خود اس مخالف کے علم کی پردہ دری ہو گئی - اور اگر کسی نے عدالت فوجداری میں ذلیل و ماخوذ کرانا چاہا تو ملائکہ اللہ کی فوج مدفوج مخالفین کی ذلیل کے لیئے بنجاب اسکو متوجہ ہوکر متعین ہوگئے - اور اگر عدالت دیوانی میں کسی مخالف دیوانے نے اسکی اہانت چاہی تو خود وہ مخالف ایسا ذلیل اور ذلیل ہوا کہ دیوانی سے نوبت اسکی بدیوانگی پہنچ گئی اور جس نے مدعی الہام بنکر الہام اسکا مقابلہ کیا تو ایات الرحمن نے اسکے وساوس کا تمام تار پود ادھیڑ دیا اور اگر اسکے کلام معجز میں کسی نے اپنی جہالت اور کج فہمی سے کوئی بیجا نکتہ چینی کرنی چاہی تو وہ خود گرداب اغلاط میں ایسا پھنسا کہ پھر اس گرداب سے نکل نہ سکا

اب ناظرین غور فرماویں کہ مخالفین مدعیان علم و فضل کا اس خارستان اغلاط میں پھنس جانا کسقدر موجب اسکی اہانت کا ہے مگر اسکا کیا علاج کہ خود کردہ را علاجی نیست ایک مثل مشہور ہے غرضکہ نظائر اور شواہد میں ماموربن اللہ کے مخالفین کے اہانت کی جنکی شیون مختلفہ اور متعددہ بحکم کل یوم ہو فی شان کے ظہور میں آئی ہیں ان چند سطور میں مفصلًا کب منضبط ہوسکتی ہیں بالفعل ایک نظیر حضرت شحنا و شوکت کی اس خارستان اغلاط میں پھنسنے کی ناظرین کے روبرو پیش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ جو بوجہ ارتکاب اس بغض و شحناکے جو انکو حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے ساتھ ہے وہ حضرت مصداق شاکتہ الشوکتہ کے ہو گئے ہیں - اور ایک طفل مکتب کے اشتہار کو اپنے ضمیمہ دمیمہ میں بڑے فخر کے ساتھ نقل کرکر لکہتے ہیں کہ مولانا شناء اللہ صاحب نے بہت معقول تحریر فرمایا ہے خیر آپ کے مولانا صاحب سے تو بعد انقضا اس میعاد کے جو حضرت اقدس نے انکو عطا فرمائی ہے بعض مواخذات اور مطالبات خود انکی جعلی حیثیتی کی بموجب کیے جاوینگے بالفعل آپکی شوکت کی غلطیاں جو شاکتہ الشوکتہ کی مصداق ہو گئی ہے دکہلائی جائینگی انشاء اللہ تعالیٰ اگر اس تنبیہ کے بعد آپنے اپنے بغض و شحنا سے بتضرع و انکسار الہی رجوع کیا تو فبہا و نعم ما ہو

> چوں خدا خواہد کہ مان یاری کند
> میل مارا جانب زاری کند

ورنہ یاد رکہیے کہ الشوکۃ قرحۃ خبیثۃ مولمۃ تحدث غالبًا فی ابہام الید کے آپ مصداق ہو جاویں گے ولیبسط لیشرح بہ انفسہم

> چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
> میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اگرچہ ہم مدۃ سے سنتے تہے کہ آپ کا ضمیمہ دمیمہ مخالفت میں حضرۃ اقدس کے مدۃ سے شائع ہو رہا ہے جسمیں سوائے سب و شتم کے کوئی علمی مسئلہ موجود نہیں ہوتا مگر ابتک صرف سماع ہی تک نوبت پہونچی تہی کسی ضمیمہ کا مطالعہ نہیں کیا گیا تہا کیونکہ ہمکو حضرۃ اقدس کی ممانعت تہی اور ابتک ہے کہ ایسے واہیی سب و شتم کا جواب ہرگز نہ دینا چاہیے لیکن یہ ضمیمہ جسمیں اعجاز احمدی پر آپنے اپنی لیاقت مجددیت السنہ مشرقیہ کی ظاہر فرمائی ہے اور ہر جگہ اعوجاج اور کجی کو اختیار کیا ہے جب مطالعہ کیا تو بحکم

> طاقت خاموشی نماند

شریعت متینہ کے بغرض احقاق حق اور ابطال باطل کے رہا نگیا کہ السکت عن الحق شیطان اخرس دار ہے العجب و ماادریک ما العجب یہ دعوی مجددیۃ السنہ مشرقیہ کا اور اعجاز احمدی پر تعلیق یہ ہجو اور پہر ایک طفل مکتب کو مولانا قرار دینا شرم شرم

> سلیم ہی نگر چہ سواساما کند
> چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

اولًا سمجہ میں آیا کہ یہ بہی مناسب علم ہوتا ہے کہ لفظ بجز صفت شحنا اور وصف الشوکۃ قرحۃ خبیثۃ مولمۃ آدکے مجہاو تعریف بہی کچہ بہی بیان کر دی کہ آپکے ہاتہ بہی کچہ ہوئی ہو ناظرین یہ حضرت شوکت و شحنا وہی ہیں کہ سابق اسکے حضرۃ مسیح موعود کی عناد و مخالفت کے سبب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے انکار کرکر آنحضرت کو نعوذ باللہ شوکت اور وصف محمدیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں نعوذ باللہ یہ تکذیب و انکار اگرچہ انکے کلام میں منطوق نہو لیکن اقرار او منہوم تو انکے کلام سے بخوبی سمجہی جاتی ہے جبتک اس مفہوم کا انکار نہ کریں تب اس تکذیب سے بری نہیں ہوسکتے بلکہ جبتک اس تکذیب و انکار سے جو مفہوم ہی ہی تو یہ بہی ہیں کی شحنا مجسم جو ٹہیرے ہیں ایسے شحنا سے کیا بعید ہے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کی نفی کریں جو بروز محمدی ہیں علیہ الصلوۃ والسلام بلکہ ایسی شوکۃ و شحنا سے تو یہ بہی بعید نہیں ہے کہ اللہ کی الوہیت کے بہی مکذب اور منکر ہو جاویں نعوذ باللہ الکریم من ہذہ الشحناء العظیم - اب آپنے جسکو مولانا کرکر تحریر فرمایا ہے اسکو تو یہ حسن یا حسن الاتفاق آزاد کرکر علا غناوۃ کا مرتبہ عصوبۃ حاصل کرچکے ہے مگر جبکہ اب وہ خود بخود پہر ماخوذ و گرفتار ہوگیا تو دیکہیں میرا کیا قصور ہے بقول شخصی خود کردہ را علاجی نیست خیر بعد انقضا میعاد مہلت عطیہ حضرۃ اقدس اسکو بہی دیکہا جاویگا بالفعل آپکی تعریف مذکورہ محررہ دستخط خاص کے بعد آپکے قول کو بلفظہ قول الشحنا ہم نقل کرینگے اور رد اسکا زیر عبارۃ قول احسن کے لکہیں گے تاکہ ناظرین بحکم الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ کے احسن الاقوال کو اختیار کرکر اسکا اتباع کریں اور قول شحنا کو ترک کرکر مردود سمجہیں۔

قول شحنا ایڈیٹر شحنہ ہند جنوری ۱۹۰۳ء عربی قصیدہ بالمقابل لکھکر پیش کریگا **قول احسن** کیوں حضرۃ کیا پیش قیاس نہیں ہوتی کہ گہر گھوڑا اور شحنا ہی ہول۔ اعجاز احمدی جو پانچ روز میں لکھا گیا ہو اسکو تو معیار صدق وکذب منجانب اللہ اور مامور من اللہ ہونیکا قرار دیا گیا ہے کیونکہ انسانی طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ کوئی کتاب نظم مع النثر پر از معارف وحقائق قرآنی ولطائف ودقائق فرقانی مع تضمن ادلہ قاہرہ شرعیہ وعقلیہ کے تھوڑے عرصہ میں تصنیف کرکر اور پھر چھپا کر دنیا میں شائع کردیجاوے پس جبکہ آپ مدۃ دو نیم ماہ یا زائد میں کوئی قصیدہ بالمقابل اُس کتاب عظیم کے لکھکر پیش کرینگے تو وہ مقابل اسکتاب موصوف بصفات کذائیہ کا کیونکر ہو سکے گا ملاحظہ فرمائیے قصیدہ صنیری کیا پانچ صفحہ کے مقابلہ میں ۲۲ و ۲۳ روز کی مہلت تھوڑی تھی اب فرمائیے کہ ڈھائی یا تین ماہ میں صرف بارہ نام کیلئے قصیدہ بھی کا بغیر تضمن دلائل شرعیہ عقلیہ کے جو اعجاز احمدی میں مذکور ہیں لکھنے کا وعدہ کرنا ایسی طرح سے بیت بازی ہوتی جو الشعراء یتبعہم الغاوٗن کا مصداق ہے یا کلام معجز منجانب اللہ ہوا آپنے تو بھی ضمیمہ میں خود یہ فتوی دیدیا ہے کہ معجز وہ کلام ہے جو خدا کیجانب سے بطور وحی اور الہام کے نازل ہو لہذا آپکے خود اقرار سے اسکا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ طاقت انسانی سے باہر ہے ورنہ پھر آپ بھی ویسی ہی کتاب پر از معارف متضمن دلائل عقلیہ ونقلیہ کے اندر میعاد ۲۲ یا ۲۳ روز کے باوجود دعوے مجددیت السنہ مشرقیہ کے کیوں نہیں لکھ سکے یہ حضرۃ مصنف اعجاز احمدی کو تو مشاقی و تمر نیلسان عرب اور علم ادب کا کبھی کچھ دعوی نہیں صرف دعوے استجابۃ دعا کا بسبب مامور من اللہ اور منجانب اللہ ہونیکے ہے وبس پھر بیان فرمائیے کہ بغرض تسلیم اگر ڈھائی تین ماہ میں محنت کرکر جو آپنے ایک بیہودہ قصیدہ لکھا تو یہ بیت بازی اسطرح سے ہوتی جو والشعراء آہ کے مصداق ہو یا حضرۃ اقدس کیطرح سے جو الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا میں مذکور ہیں اور بیت بازی کی نسبت تو آپ خود بھی خوب دیکھ چکے ہیں کہ والشعراء آہ کے جن شاعروں کا آپنے اپنے ضمیمہ میں ذکر فرمایا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کو وہ بالضرور غاوون میں داخل ہیں کیونکہ انکے اشعار و قصائد میں بجز مقدمات خیالیہ وہمیہ یا انواع تشبیہات بیہودہ دوبارہ معشوق وشرب یا تحریص اعراض ناس یہی عنا یا ہجو وقدح فی الانساب یا مدح وثنا غیر مستحقین یا افتخار بالکذب وغیرہ کے اور کچھ نہیں پایا جاتا ہے بخلاف حضرۃ اقدس کی کتب مصنفہ منظومہ یا منثورہ کہ جنمیں بجز معارف الٰہیہ وحقائق قرآنی اور لطائف ودقائق فرقانی یا اعلاء کلمۃ اللہ اور نعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشاد وہدایات الی الصراط مستقیم کے اور کچھ نہیں موجود ہے دیکھو انکی کتب

اور یہ بھی ہوا ولیکن ہے آخر تک اعجاز احمدی کو ہی کیجئیے اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں انکا استثنار فرمادیا ہی کما قال تعالی **الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا** اگر آپکہیں کہ حضرۃ اقدس نے بہی علماء اُمۃ کو یہودی وبندات وکذا وکذا بطور ہجو کے لکھا ہے **فما الفرق بین الشعراء الغاوین وبینہ** تو اسکا جواب خود اسی آیت کے آگے مذکور ہوا ہے کیونکہ حضرۃ اقدس نے کسی کی کتاب ابن کو برا بہی نہیں کہا ہو بلکہ مخالفین ہی بادی ہو والبادی اظلم **کما قال اللہ تعالی وانتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** آخر آیۃ میں اللہ تعالی نے انہیں ظالمونکی ناکامی اور بدانجامی کیلئے وعید فرمایا ہی جو انواع انواع سے ایذائیں پہونچانیکے بادی ہوکر ہجو اور اقتص کما الذین ظلموا کے نام سے نامزد فرمایا ہی خود بھی شحنہ ہند قرآن مجید کو اور پھر مطالعہ کرو حضرۃ خاتم النبین صلعم کی طرح زمانہ مجید کو ہمنا کیا آیۃ والشعراء آہ جیسے آپ ہی مصداق ہیں بغیر استثنار **الا الذین امنوا** آہ کے مطلقا مذمت شعرا میں کہنا **لا تقربوا الصلوۃ** کا مصداق ہی یا نہیں جسکے مصداق حضرۃ اقدس ہیں۔ آگے رہا جمع کرنا دس ہزار روپیہ کا یا پانچ ہزار روپیہ کا سو یہ سمجھ کر آپکے مولانا سے وعدہ لقضای میعاد مہلت کے بعض معاملات کا جواب طلب کیا تھا اور پیر گولڑوی صاحب صاف انکار کرنے والے نہ تھے بلکہ ۔۔۔ جمع کیجاویگی انشاء اللہ اور اعجاز احمدی میں عرب کو کسی جگہ مستثنی نہیں کیا گیا اس تحدی میں وہ بہی مخاطب ہیں **وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین** الہام موجود ہی اور بسا اوقات کتب میں تحدی انکو ساتھ ہی تحدی کیگئی ہی۔ **قول شحنا** ضمیمہ صفحہ مرزاجی نے ارض کو مخاطب بنایا ہی حالانکہ خدا کے سوا دوسرے کو حاضر سمجھکر پکارنا شرک ہی اور اگر آپ فرماویں کہ قرآن میں بہی یا ارض ابلعی ماءک تو یہاں کفار کے عذاب دینے کو زمین کو حکم کیا گیا ہی چنانچہ زمین نے حکم بجالائی مگر موضع مدکی زمین وجسمیں مولوی ثناء اللہ صاحب نے چند مرزائیونکا مناظرہ ہوا تھا مگر مرزائی میدان سے بہاگ گئے) مرزاجی کی مامور نہیں ہوئی اور نہ اُسے یا مرزاجی کے مخالفونکو کوئی نقصان پہونچا انتہی **قول احسن** یہ اعتراض کیسی جہالت سے ناشی ہوا ہی کہ ارض مراد قوم ارض کو سمجھا گیا حالانکہ قرآن مجید میں حکی بابت اور قصائد ہی ضمیمہ میں معترض کو مسلم ہے متعدد مقاموں ارض سے مراد اہل ارض قریہ سے اہل قریہ بحذف مضاف مراد لیا گیا ہی کما قال اللہ تعالی **وان من قریۃ الا نحن مہلکوھا او معذبوھا قبل یوم القیمۃ۔ ایضا الم غلبت الروم فی ادنی الارض** آہ۔ وغیرہ ذالک من الشواہد الکثیرۃ التی لا تعفی فی ہذا القرطاس اور جناب یہ کہ غائب کو مخاطب کرنا مطلقا شرک قرار دیتا ہی حالانکہ تمام مکاتیب سلف صالحین غائبین بمکتوب الیہم کو زمانہ خیر القرون سے لیکر آجتک مخاطب کیا گیا ہی اور بصیغہ خطاب ہی غائبین کو یاد کیا جاتا ہے کسی آیۃ یا حدیث میں مکاتیب میں مکتوب الیہم غائبین کو بصیغہ خطاب مخاطب کرنا منع ہی نہیں کیا بلکہ جس مکتوب کو اللہ تعالی نے کتاب کریم فرمایا ہے اسمیں بھی ایسا ہی صیغہ خطاب کا موجود ہی انہ من سلیمن وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان لا تعلوا علی وائتونی مسلمین وغیر ذالک من الشواہد التی جارت فی الاحادیث ایضا ومکاتیب السلف الصالح معہذا کوئی کاتب مکتوب الیہم غائبین کو حاضر ناظر ہی نہیں سمجھتا ہے اور تیسری جہالت یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ مخالفین مذکورہ کو کوئی نقصان نہیں پہونچا پھر قد دفاک بصیغہ ماضی کہنا غلط ہوگیا معترض یہ بھی نہیں سمجھتا کہ مامور من اللہ کے مخالفین کیلئے جو ہلاکت کلامی ہوتی ہی خواہ وہ بعد الموت ہی وارد ہو وہ انکے نزدیک ایسی محقق ہوتی ہی کہ بسبب تحقق کے بصیغہ ماضی ہی اُسکا تعبیر کرنا فصیح وبلیغ ہوتا ہے بصیغہ استقبال قرآن مجید میں اسکے شواہد صدہا موجود ہیں اور پھر معترض صاحب کیا جواب دینگے اس آیۃ کا **ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا**۔ وغیر ذالک من الآیات الکثیرۃ۔ اے ناظرین کیا اب بہی شرکتہ صاحب مضمون الشوکۃ قرحۃ خبیثۃ الخ کے مصداق نہیں ہوئے **قول شحنا** اسی صفحہ سطر نویں دیکھو۔ ترکیب نحوی غلط ہے اگر صیدا کہن وہا مصدرا کی صفت ہیں تو موصوف صفت کا ایک حال ہونا چاہیے حالانکہ صیدا موصول کے باعث معرفہ ہو کذوبا مصدرا نکرہ ہے اور اگر بدل قرار دیجیے گا تو بدل اور مبدل منہ کا بہی تعریف وتنکیر میں ایک ہی حال ہوتا ہے اور اگر کذوبا موصوف اور مصدرا اور صیدہ صفت ہے تو تعجب ہے کہ ایک صفت نکرہ اور ایک معرفہ مصرعہ ثانیہ میں اخذہ کی جگہ صیدہ موزون ہو کیونکہ صید کے معنے جسطرح شکار کے ہیں شکار کردن کے بہی ہیں **قول احسن** افسوس کہ اس لیاقت نحوی پر الہامی کلام پر اعتراض کیا جاتا ہے معترض کو شرح جامی بہی یاد نہیں رہی قاعدہ بدل اور مبدل منہ کا اسمیں موجود ہے **ویکونان ای البدل والمبدل منہ معرفتین نحو ضرب زید اخوک ونکرتین نحو جاءنی رجل غلام لک ومختلفین نحو بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ وجاءنی رجل غلام زید** انتہی موضع الحاجۃ کیا اس عبارۃ میں لفظ مختلفین سمجھانے رجل غلام زید تک آپنے نہیں پڑھا گیا اور یہ صورۃ کیا اب بہی آپ الشوکۃ قرحۃ خبیثۃ الخ کے مصداق نہیں ہوئے اور کیا ابتک یہ الہام **انی مھین من اراد اھانتک** صادق نہیں ہے۔ آیا یکحضرت جس لفظ کو آپ صیدا پڑھتے ہیں وہ

حضرۃ اقدسؑ کی اچھوتی اور پرانی تحریریں

نکتہ معرفۃ

بدانکہ اللہ تعالیٰ سہ گونہ صفات خود بر خلق می دارد۔ یکے ایجاد کردن و پرورش کردن۔ دوم مہربانی و شفقت زیرا کہ حفاظت بجز مہربانی متصور نیست۔ سوم جزائے نیکان نیک دادن و پاداش بداں بد۔

پس بداں ازیں تبارک اللہ تعالیٰ کہ ایں ہر سہ صفات دریں سورہ فاتحہ بدیں ترتیب بیان شدہ است اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

پس مظہر صفت رب العلمین اول بنی اسرائیل شدند و مظہر صفت الرحمن الرحیم نصاریٰ و مظہر صفت مالک یوم الدین اسلام و ایں آخر صفت جامع سہ صفات بوجہ کمال ست (آگے حضرۃ اقدس نے اردو میں تحریر فرمایا ہے۔ ایڈیٹر) اب بیان پہلی صفت کا یہ ہے کہ ظاہر ہے خدا تعالیٰ نے کس کس طرح پر بنی اسرائیل کی پرورش کی اور کیونکر انکو قوموں سے انتخاب کرکے برگزیدہ کیا اور آسمان سے انکو روٹیاں اور پتھروں سے انکو پانی پلایا۔ اول خدا تعالیٰ نے دشت سینا میں چالیس برس تک آسمان سے روٹی بھیجی اور وہ نمونہ واسطے تھا عیسیٰ مسیح کے لیے جو بن باپ پیدا ہوا پھر بعد اس کے خدا نے پتھروں سے پانی نکالا اور وہ نمونہ واسطے ظہور خاتم الانبیاء کے تھا کیونکہ خدا نے بت پرستوں اور ابیوں سے انکو پانی پلایا اور پانی کی مثال اس لیے بھی دی ہے کہ اسماعیل کے لیے بھی پانی ہی نکلا تھا۔*

اور اسی ضمن میں وہ پیشگوئی بھی ہے کہ پتھر بے وسیلہ ہاتھوں کے تراشا گیا۔ اور یہی ہے وہ پیشگوئی جو انجیل میں ہے کہ خدا پتھروں میں سے ابراہیم کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے سو اُس نے بت پرستوں میں سے ابراہیم کے لیے اولاد پیدا کی۔

ایک سوال کا لطیف جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کسطرح سمجھا جاوے کہ معجزہ صدق دعویٰ پر دلیل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ معجزہ کی غرض تو یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ یہ شخص خدا کیطرف سے ہے اور خدا اپنے کاموں سے شناخت کیا گیا ہے سو جبکہ ایسے کام کہ وہ خدا ہی کر سکتا ہے ظہور میں آتے ہیں پس ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے کام ہیں اور وہ شخص خدا کا نبی کہلاتا ہے اور خدا کے کام دنیا میں تین قسم کے ہیں یا وہ کام ہیں کہ اسکی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں اور یا وہ کام ہیں کہ اسکی رحمت اور فضل پر دال ہیں اور فرق ربوبیت اور رحمت میں یہ ہے کہ ربوبیت عام ہے اور رحمت خاص کیونکہ جب خدا نے ایک کو عدم سے پیدا کرکے برگزیدہ کیا اور اُس کے لیے سب سامان مہیا کر دیے تا وہ پرورش پاوے یہ ربوبیت ہے اور جب خدا نے ہلاکت سے بچا کر عوض عذاب کے نعمت نازل کی تو یہ رحمت ہے اور سارا جہان اُسکی رحمت سے زندہ ہے کیونکہ کوئی متنفس اس کے آگے بےگناہ نہیں ٹھہر سکتا۔

تیسرا کام پروردگار کا یہ ہے کہ وہ مالک جزا و سزا کا ہے اور یہ تیسری صفت بوجہ اکمل ہونے کے ہر دو صفات سابق کو بھی پورا کرتی ہے اب جاننا چاہیے کہ جس طور کا نبی ہوتا ہے اکثر اور زیادہ اسی طرز کے معجزات اس سے ظہور میں آتے ہیں اس لیے موسیٰ سے وہ معجزات ہوئے جن میں یہ مطلب تھا کہ تا بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے خلاص کر کے اپنی تربیت خاص سے انکو پرورش کرے اور حقیقت میں وہ سب معجزے جو موسیٰ نے فرعون کے سامنے دکھلائے سب کے سب اسی قسم کے تھے جنسے اصلی مطلب تھا کہ خدا اسطرح پر زور آور ہاتھ سے جنگ کرکے اور خونی نشان دکھا کر اپنے بندوں کو دشمنوں کے ہاتھ سے خلاصی دیتا ہے سو اس میں کمال تربیت اُسکی پائی جاتی ہے بعد اسکے پتھروں سے پانی اور آسمان سے روٹی چالیس برس تک دی تا معلوم کریں کہ خدا انکا مربی اور تربیت کرنیوالا ہے

غرض خدا نے ابتدا سے آخر تک بنی اسرائیل سے ایسے کام کیے جنسے ارباب فطرت کو یقین کلی آتا ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل کی تربیت کی بعد اس کے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور ان سے اس قسم کے معجزات ہوئے جنسے خدا کی رحمت ثابت ہوتی ہے اور انکے حق میں وارد ہوا ہے ورحمۃ لبنی اسرائیل یعنی یہ بنی اسرائیل کے لیے رحمت ہے سو اس لیے خدا نے مسیح کا نام رحمت فرمایا کہ اس کے ظاہر کرنے سے یہ مقصد تھا کہ بنی اسرائیل خدا کی قدرتوں پر ایمان لاکر دل سے اسکی طرف متوجہ ہوں سو مسیح سے اس قسم کے معجزات صادر ہوئے اور خاتم الانبیاء کو پہلی دونوں صفتوں کی جامع صفت مالک یوم الدین کے ماتحت بھیجا تا وہ ان لوگوں کو زندہ کرے جو مر چکے تھے۔ اس لیے آپ کے معجزات سب سے بڑھ کر اور روشن تر اور صاف تر ہیں۔

---

* نوٹ۔ پانی کی مثال قرآن شریف اور الہامی کتابوں میں ہمیشہ شریعت سے دی جاتی ہے اور ثبوت نبوۃ و الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اسی مثال کو لیا ہے۔

پس یہ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے حضرۃ حجۃ اللہ کی تحریروں یا تقریروں میں یہ نکتہ پہلے نظر سے نہیں گذرا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم سب سے پہلے خوش نصیب ہیں جو اس نکتہ کے اشاعت کی توفیق پاتے ہیں جس قدر انسان اس میں فکر کرے گا وہ بڑی لذت سے اسکو پڑھے گا۔ ایڈیٹر

چندہ توسیع مکان

توسیع مکان کا چندہ خدا کا شکر ہے کہ جلد جلد آرہا ہے۔ چار سو روپیہ سے زائد کی لکڑی خرید چکی ہے دوسرے اشتہار کی فکر ہے مولوی عبد الکریم صاحب کے نام یہ چندہ آنا چاہیے اور منی آرڈر کے کوپن پر لکھا چاہیے کہ توسیع مکان کا چندہ کیونکہ لنگر کا روپیہ بھی انہی کے پاس آتا ہے۔ اور یہ چندہ لنگر کے چندہ سے الگ ہے +

ندوۃ العلما کا نواں اجلاس

اور

ہمارے ریمارک

(نمبر ۶)

ہم نے گذشتہ نمبر میں مولوی حبیب الرحمن کی تقریر پر ریمارک کرتے ہوئے بتایا ہے کہ رفع اختلاف صرف ندوہ کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے وہ اس میں کامیاب ہو۔ اس سے بڑھ کر ہماری اس رائے کے مضبوط و مستحکم ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ سر جیمز لاٹوش نے بھی ندوہ کے ایڈریس کے جواب میں اپنی یہی رائے ظاہر کی اور لاہور کے مشہور اخبار پیسہ نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا کہ وہ لاٹ صاحب بہادر کے سامنے اور ہی حالات کو مشتبہ کر آئے۔

مشتبہ نہیں حقیقۃ الحال ہی یونہی ہے ندوہ نے کوئی کام نہیں کیا اور نہ کوئی اس سے توقع ہو سکتی ہے نہ صرف ندوہ بلکہ ہماری رائے میں یہ بنام نہاد مجلسیں اس دعویٰ میں کامیاب ہی نہیں ہو سکتی ہیں ہمکو یاد پڑتا ہے کہ ۱۸۹۵ء میں کلکتہ کے اخبار حبل المتین نے ایک تحریک کی تھی جسکی تائید اکثر [illegible] اخبارات میں ہوئی تھی بلکہ بلاد اسلامیہ کے بعض اخبارات میں بھی اس مسئلہ پر بحث چھڑی تھی اور پر زور آرٹیکل لکھے گئے تھے اور وہ تحریک یہ تھی کہ مسلمانان روئے زمین کے چند معزز و مقتدر علماء اسلام باہم ہر سال کسی مقام پر اکٹھے ہو کر مسلمانوں کی بہتری کے سوچنے اور شیعہ اور سنی مسلمانوں کے باہم اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کیا کریں۔

یہی تحریک مختلف اوقات میں مختلف رنگوں میں مسلمانوں کے سامنے پیدا کی جاتی رہی ہے اور ندوہ نے بھی اسکو اپنے مقاصد میں داخل کیا ہے اور مولوی حبیب الرحمن صاحب نے اپنی تقریر میں تو یہ کہہ ہی دیا کہ **ندوہ نے یہ کام** کیا ہے ہم انہیں ریمارکوں میں بتا چکے ہیں کہ ندوہ نے کیا کیا ہے؟ مگر ابھی ہمکو ایک اور بات اسی کے متعلق ضمناً کہنی ہے۔ غرض یہ محمڈن انٹرنیشنل کانفرنس کے متعلق تحریکیں ہو رہی تھیں۔ لاہوری ہمعصر پیسہ اخبار نے اس کانفرنس کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے یا اسکی ضرورۃ کو ثابت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کانفرنس ام القریٰ یعنی مکہ میں ہونی چاہیے علیگڈھ پارٹی کی طرف سے حاجی محمد اسمٰعیل خان نے ایسی کانفرنس کے انعقاد سے پولیٹیکل نقصانات کا اندیشہ ظاہر کیا بہرحال کثرۃ رائے اسطرف تھی کہ ایسی کانفرنس کی اشد ضرورۃ ہے۔

اسوقت ہم نے بھی بذریعہ الحکم اپنی رائے کا اظہار کیا تھا جو الحکم نمبر ۲۸-۲۹ مورخہ ۲۰ و ۲۷ ستمبر ۱۹۰۱ء میں طبع ہو چکی ہے اسکا اس سے تعلق ہے اس لیے غیر ضروری نہیں بلکہ مناسب ہوگا اگر ہم اس رائے کو یہاں نوٹ کر دیں اور وہ یہ ہے۔

میں نے بھی اس معاملہ پر خوب غور کیا اور باوجودیکہ مجھے توجہ دلائی گئی کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں ابتدا میں میں نے مصلحۃً مناسب سمجھا کہ کسی قسم کی رائے دوں کیونکہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ **ایسی کانفرنس قائم ہو کیونکر سکتی ہے**؟ میں اس امر کو تو مبارک فال سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اتحاد ہو۔ اور وہ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا** پر عمل کریں مگر میرے خیال میں یہ وحدت ارادی کی روح کسی مجمع یا کمیٹی سے پھونکی نہیں جا سکتی ہاں ایک شخص اس قسم کی روح مسلمانوں میں پھونک سکتا ہے جو زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہو۔ یہ کام ایرہ غیرہ نتھو خیرا کا نہیں بلکہ یہ ایک مامور من اللہ امام کا کام ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسوقت ایک **نذیر** دنیا میں آ گیا ہے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والی جماعت نے عملی طور پر دکھا دیا ہے کہ ایسا اتحاد جو ماں جائے بھائیوں میں ہونا چاہیے اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہو سکتا ہے پس میں اس امر کو بآواز بلند کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے باہمی تفرقہ پردازی اور انکی حالت ردیہ کو محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلامی اخوت اور یگانگت کی روح پھونکیں تو وہ اس امام سے اپنا تعلق پیدا کریں اور پہلے خود تجربہ کریں پھر قوم کو اس **مفید نسخہ** کی طرف توجہ دلائیں تو البتہ وہ کامیاب ہو سکتے ہیں اور سچا اتحاد قائم ہو سکتا ہے ورنہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک شیعہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیزاری ظاہر کرتا ہوا کیونکر صدق دل سے ایک سنی مسلمان سے جو انکا دل و جان سے مداح ہے مل سکتا ہے اور ایسا ہی ایک سنی کیونکر ان گالیوں کو سنتا ہوا شیعہ سے مل سکتا ہے اگر ایسا ہو تو وہ مداہنت اور نفاق کے طور پر ہوگا۔ جو اور بھی برا اثر پیدا کرے گا۔ ہاں اگر سچا اتحاد ہی ہو تو پھر سمجھ لو کہ مذہب کو خیرباد کہنا ہوگا۔ یہ رائے ہے جو اس وقت ہم نے ایسے اتحاد کے متعلق ظاہر کی تھی اور خدا کا فضل ہے کہ اب تک ہم اس رائے پر قائم ہیں اور وہ لوگ جو ایسی انٹرنیشنل کانفرنس بنانا چاہتے تھے وہ اسی طرح ناکام ہوئے جیسے ہم نے بڑی غور و فکر کے بعد ظاہر کیا تھا۔

لاہوری شیعہ مجتہد مولوی سید علی حائری نے حال میں ہمکو ملنے کا اتفاق ہوا۔ بہت سی باتوں کے بعد ہم نے ان سے رخصت ہوتے وقت جو سوال کیا تھا وہ عام ناظرین کے فائدہ کے لیے اور خصوصاً اس وجہ سے کہ اس مضمون سے اسکا تعلق ہے یہاں درج کرتے ہیں اور جو جواب

انھوں نے اسوقت دیا ہے ہم بھی لکھدیتے ہیں تاکہ پبلک کو اندازہ کرنے کا موقعہ ملے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ ان کا دین سے کہانتک تعلق ہے اور دنیا سے کہانتک علاقہ!

ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے مجمع شاہدہ میں مسلمانوں کو اتفاق کی بڑی تاکید کی ہے کہ وہ باہم متفق ہوکر حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت کریں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ طریق کونسا ہے جس سے آپ مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد پیدا کر سکیں؟ مولوی سید علی حائری نے اس کا جو جواب دیا افسوس ہے کہ ناظرین کو بہت ہی مایوس کرنیوالا ہے

انھوں نے فرمایا کہ میری اس سے صرف غرض یہ ہے کہ جیسے ہم لوگ ہندوؤں یا دوسرے مذہب والوں سے ملتے ہیں اور اخلاق سے پیش آتے ہیں ایسے ہی آپسمیں پیش آویں۔ اور مذہبی باتوں کا ذکر تک نہ کریں۔

اسپر رائے زنی کرنی ہم ناظرین پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ بغرض باہمی اختلاف مٹانے کا دعوی کرنا آسان ہے اور کرکے دکھانا مشکل ہز آنر سر چیمبرز لا ٹوش نے ندوہ کے ایڈریس کے جواب میں جو کچھ کہا اصل بجا فرمایا ہے۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب نے اپنی اس تقریر میں نری لفظ پرستی سے کام لیا اور کچھ پیش نہ کیا اگر ندوہ اس مقصد میں کامیاب ہوا تھا تو اسے چاہیے تھا کہ وہ لاٹ صاحب کے جواب میں اس اتحاد کو پیش کرتا۔ مگر تھا ہی نہیں تو بتاتا کیا

ہم نے اسی مضمون میں ذکر کیا ہے کہ ندوہ نے جو کیا ہے وہ بھی ہم بتائیں گے وہ یہ ہے کہ ندوہ کے جلاس میں بہت سی باتیں ایسی ہوئی ہیں جو خلاف شرع اور اسلام کی ہتک کرنے والی تھیں مگر ندوہ نے اسپر نوٹس نہ لیا ہم مثال کے طور پر دو کا یہاں ذکر کر دیتے ہیں اور تفصیلاً ان کو اپنے اپنے مقام پر لکھیں گے۔

ایک نئی روشنی کے نوجوان نے اپنے لیکچر میں مذہب کا نام **مذہبی تخیلات** رکھا۔ جس سے بڑھ کر کوئی ہتک کرنے والا لفظ اسلامی عقائد کے لیے نہ ہوگا۔

اور ایک مولوی صاحب نے اذان کی آواز سنتے ہی بجائیکہ وہ ٹھیک وقت پر دی گئی تھی۔ مؤذن بانگ بے ہنگام برداشتنی کا قابل نفرت مصرعہ پڑھا۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک ادنیٰ ممبر کے سوا مسلمانوں کے اتنے بڑے جلسہ میں کسی کے منہ سے نہ نکلا کہ اذان کی جو اسلام کے عظیم الشان شعائر میں سے ہے ایسی ہتک کیوں کی جاتی ہے؟

یہ البتہ ندوہ نے کیا ہے اگر یہ کوئی اسلام کے لیے مفید سمجھا جاوے تو ہم تو یہی کہیں گے کہ

وائے بر ایں مسلمانی

ہم ان شاء اللہ اپنے مضامین کو سلسلہ میں جو خدا جانے ایک سال یا اس سے کم و بیش عرصہ تک جاری رہے مفصل بتائیں گے کہ ندوہ یا اس کے امثال مجلسوں سے مسلمانوں کو نفع کے بجائے نقصان پہونچنے کا کتنا احتمال ہے۔ باقی آئندہ

نظم +

از منشی محمد نواب خان صاحب ثاقب

کیا بوستان ہے جو دارالامان میں ہے
ہے اک حیات نو جو مسیح زماں میں ہے

ہم اس کے دم سے ہیں یہ وصف ہے پر عشرت
کیا کیا خمار نقص سر میں گماں میں ہے

ہاں آ رہے ہیں عالم و عامی کھنچے ہوئے
اعجاز جذب ایسا کچھ اس کے بیاں میں ہے

روح القدس ہی ہر رگ و ریشہ میں ہے رواں
وحی الٰہ آپ کے روح رواں میں ہے

باقی نہیں ہے خواہش فانی ضمیر میں
حب خدا کا ولولہ اس نوجواں میں ہے

کشتی بنکے لایا ہے یہ حق کی وحی سے
نور ہدیٰ ہے حکم خدا یا دہاں میں ہے

زحمت نہیں ہے نام کو ہر حال میں ہے خوش
رحمت جو اس کے خانہ جنت نشاں میں ہے

آجائے اہل دل نہ ہو دل دیے بغیر
کیا دلربا ادا ہے جو اس دلستاں میں ہے

وہ جذب اور حق ہے جو حق سے اسے ملا
یہ معجزہ حضور کے ہر اک نشاں میں ہے

کسر صلیب و قتل خنازیر سے ہے کام
جوہر یہی تو آپ کی تیغ زباں میں ہے

اعلاء نام حق ہو شکست صلیب ہو
ہے یہ خوشی جو ان کے دل شادماں میں ہے

راہ خدا میں انکی ہتھیلی میں جان ہے
ہر دم یہ فکر زندگی جاوداں میں ہے

دیں کے ہی غم میں خوش ہیں نہ دنیا نہ کوئی غم
دنیا کی زندگی میں یہ دار الحزن میں ہے

لاکھوں ہی بیکے جاتی ہیں دنیا سے جی کو سیر
برکت کچھ ایسی آپکے دستار خواں میں ہے

پانی کی طرح مال بہاتا ہے یہ مسیح
قیصر کا عدل و داد و حکومت جہاں میں ہے

یہ معجزے ہیں اور یہ ہمارا مسیح ہے
معنی کی جان ہو تمنا جان جہاں میں ہے

رگڑی ہے ناک ہر کہیں لیکن کہاں نجات
گر ہے کہیں پناہ اسی آستاں میں ہے

بالوں پر ہمارے پھایو تکو نوح پھینک
بس ہے اگر ہما تو اسی آشیاں میں ہے

دنیا میں چھا رہی ہے بلا کی سیاہ رات
شور وبائے عام بپا انس و جاں میں ہے

یوں جا آسماں پہ چڑھایا مسیح کو
کیوں ایسے پڑتے وقت میں وہ آسماں میں ہے

کیوں سو گئی ہیں گنگ یہ بلا کوئی بتائے
آخر یہی زباں بھی انہی کے دہاں میں ہے

بنتی نہیں ہدایت سو اسب و شتم کے
کہاتے ہیں منہ کی صرف ول نا تواں میں ہے

بس گالیوں کے تیر چلاتے ہیں دور سے
کچھ زور علم و فن ادب بھی کماں میں ہے

اٹھے تھے ایک شیخ جی شیخی بگھارنے
ذلت کا جنکی تذکرہ پیر و جواں میں ہے

آخر کو انکی شیخی جھڑی کر گری ہوئی
انکا برا نمونہ خواری جہاں میں ہے

نام انکا ہم نہ لیں گے یہاں تا نہ جائے
کچھ بھی تمیز گر خرد نکتہ داں میں ہے

جی چاہتا نہیں کہ بتائیں اتا پتا
سچ پوچھتے ہو لطف اسی چیستاں میں ہے

باقی آئندہ

+ یہ نظم حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کو پڑھی گئی۔

مذہبی دنیا

تا بکے

جوں جوں سائنس اور علم کی روشنی ہوتی جاتی ہے مغربی دنیا عیسائی مذہب سے ہٹتی جاتی ہے اور مذہب کو قوم کا ایک نشان سمجھکر یا فیشن قرار دیکر وضع داری کے طور پر اسے نباہنا چاہتی ہے بشپ کولنزو۔ اور طامس پین اور ان کے اقران و امثال کثیر التعداد ایسے لوگ تھے اور ہیں جنہوں نے موجودہ ذخیرہ بائبل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور اس کے متعلق عجیب و غریب خیالات ظاہر کیے۔ اب امریکہ کے ایک آزاد خیال پال کیرس صاحب چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے لیے ایک جدید عہد نامہ تجویز کریں کہ جدید خیالات کو بھی جو حسب اقتضاء ضرورت زمانہ پیدا ہوں ۔۔۔ مانتے جائیں۔

اس قسم کی تحریکوں کا پیدا ہونا کس قدر صاف طور پر ظاہر کرتا ہے اندرونی اسباب میں سے ایک سبب ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائیوں کے آزاد خیال لوگ موجودہ بائبل میں وہ اطمینان اور سکینت نہیں پا سکتے جو فطرتاً مذہب کا پابند ہوکر انسان پانا چاہتا ہے اور بائبل ان علوم کے سامنے جو رات دن پیدا ہو رہے ہیں ٹھہر نہیں سکتی۔ جدید علوم کا پیدا ہونا اور عیسائی قوموں میں اسکی ترقی انکو آزاد خیال اور بائبل سے بیزار بنا رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان میں دہریت اور الحاد پھیل رہا ہے اس لیے عیسائی کسی نہ کسی طرح چاہتے ہیں کہ اس گرتی ہوئی لکڑی کو ٹھہرائیں مگر اب وہ اپنے مرکز سے ہٹ چکی ہے انگلش اور امریکن نیشن کے آزاد خیال اسکو سہارا دینے کے بجائے دھکا دیکر گرانا چاہتے ہیں۔ سائنس اور جدید علوم کا بوجھ الگ ہے ۔۔ پیچھے کیطرف لا رہا ہے۔ اب وہ ٹھہر نہیں سکتی۔

ہم ان تحریکوں کو پڑھ کر کس قدر خوش ہوتے ہیں اور ہمیں اپنے صادق امام کی کامیابی کیسی یقینی معلوم ہوتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اندرونی طور پر عیسائی مذہب کے بطلان کے سامان ۔۔۔

مبارکبادی بتقریب شادی حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد

طال عمرہ

جو حامد ہیں خدا کے انکو وہ محمود کرتا ہے
ہراک کام انکا اپنے فضل سے پر سود کرتا ہے

کچھ ایسا فضل اسکا شامل حال انکی ہوتا ہے
زمانہ چشم حیرت سے انھیں مشہود کرتا ہے

ہمیشہ راحت و فرحت شعار ان کا بناتا ہے
ہمیشہ دشمنوں کو انکے رنج آلود کرتا ہے

بڑھاتا ہے انھیں اور نعمتیں دیتا ہے عالم میں
وہ پورا انکا رحمت سے ہر اک مقصود کرتا ہے

جب اپنے فضل کی بنیاد ان کے حق میں رکھتا ہے
تو ان پر اپنے بندوں کی انھیں موعود کرتا ہے

جہاں کے بادشا ہوں کو بناتا ہے غلام ان کے
انہیں مخدوم کرتا ہے انہیں مسعود کرتا ہے

کھڑے ہوتے ہیں جب جا کے مقابل اسکی درگہ کے
انھیں مقبول کرتا ہے انھیں محمود کرتا ہے

در رحمت کو اپنے کھولدیتا ہے پیاروں پر
شقاوت کی ہراک رہ انپہ وہ مسدود کرتا ہے

غرض ہر کام میں انکو خدا سے نصرۃ آتی ہے
ہراک ان کے مقصد کو وہ خود موجود کرتا ہے

جناب حضرۃ مہدی کے گھر میں آج شادی ہے
ہر اک دم ہیں اسے رحمت سے حق خوشنود کرتا ہے

مبارک ہو مبارک ہو تجھے اے مہدی دوراں
ترے محمود کو دولہن سے حق معقود کرتا ہے

مرادیں تیری بر آئیں مسیحا دین و دنیا میں
جو چاہے تو وہی مولا ترا موجود کرتا ہے

ترے ہاتھوں سے واحد نے کیا تثلیث کو زائل
ترے حملہ سے ہر اک شر کو وہ نابود کرتا ہے

ہوا کسر صلیب ایسا نہیں اب کسر کچھ باقی
یونہی اظہار قدرۃ وہ سے معبود کرتا ہے

تجھے رکھے سلامت حق ترقی روز افزوں ہو
پسند اب خاطر شیدا تری بہبود کرتا ہے

تجھے برکت پہ برکت ہو تجھے ہو عمر قیام حق
ہراک بخشش تجھے سیراب سے وہ الجود کرتا ہے

ترا محمود احمد ہو بشیر الدین مبشر ہو
خدا احمد کو اپنے فضل سے محمود کرتا ہے

شرف ہو دین و دنیا کا شریف احمد ترا ہمیشہ
مبارک بھی مبارک ہو جو دل خوشنود کرتا ہے

بنائے انکو حق محسود اور حافظ ہو وہ انکا
وہی حاسد بناتا ہے وہی محمود کرتا ہے

رفیقو ملکے سب آمیں کہو میری دعاؤں پر
جو حق سے مانگتے ہیں انپہ وہ افزود کرتا ہے

الٰہی سایۂ رحمت میں لے اپنے بندوں کو
مبارک پیش اب حضرۃ میں یعقوب کرتا ہے

از مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی
احمدی مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام
دار الامان قادیان

اعلان قبر مسیح کی اشاعت

حضرت مسیح کی قبر کے متعلق اعلان چھپکر طیار ہے اور ۳۰۰ روپیہ اسکی اشاعت کے لیے درکار ہے جس میں سے قریباً سو روپیہ جمع ہو چکا ہے باقی روپیہ بہت جلد جمع ہونا چاہیے تاکہ یہ کام شروع کیا جاوے ہر شہر کی جماعت پر لازم ہے کہ وہ بہت جلد اس امر کیطرف توجہ کرے۔ یہ عظیم الشان ثواب کا موجب ہے کیونکہ کسر صلیب جو مسیح موعود کی بعثت کا اصل مقصود ہے اس کے لیے کارگر حربہ یہی ہے ہمکو امید ہے کہ بہت جلد باقی روپیہ پورا کیا جاوے گا اس کے متعلق کل روپیہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے نام آنا چاہیے اور منی آرڈر کے کوپن پر تقسیم چندہ اشتہار قبر مسیح ضرور درج ہونا چاہیے۔ اس چندہ میں شریک ہونے والوں کے لیے ایک سہولت بھی رکھی گئی ہے کہ وہ کشتی نوح کی چندہ کاپیاں خرید لیں جن کی قیمت ۸ جلدوں کے لیے علاوہ محصول عہ اور فی جلد ۲ ہے ہم امید کرتے ہیں کہ بہت جلد کمی پوری کی جاویگی

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی اڈیٹر و مالک کے چھپکر شایع ہوا۔

چہ ہیبتہا بدادند این جوان را
کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ

ہر میدان تحدی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پیشوا اور امام حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوئی ہے + اور الحمد للہ آج ۱۰- دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء بروز بدھ مطابق ۹- رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۰ھ پھر اسکا ظہور ہوا اور اعجاز احمدی کا خارق عادت نشان ظاہر ہو گیا۔

۱۰- دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک اعجاز احمدی کا جواب لکھنے والے ثناء اللہ اور اسکے رفقاء کو دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا گیا تھا اور یہی میعاد ان کیلئے مقرر کیا گیا تھا اور لطف یہ ہے کہ اعجاز احمدی کے جواب کے لئے کوئی خاص قید بھی . . . نہیں تھی صرف یہی لکھا تھا کہ وہ ایسا قصیدہ مع اسیقدر اردو مضمون کے جواب کے جو وہ بھی ایک نشان ہے بنا کر شایع کر دیں تو میں بلا توقف دس ہزار روپیہ انکو دیدونگا اور یہ کہہ کر انکو غیرت دلائی گئی کہ اسوجہ سے بھی انکو کوشش کرنی چاہئے کہ پھر ایک اشتہار میں پیشگوئی کے طور پر یہ خبر دیگئی ہے کہ آخر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک کوئی خارق عادت نشان ظاہر ہوگا اور گو وہ نشان اور صورت میں بھی ظاہر ہو گیا ہے لیکن اگر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخاطبین نے اس میعاد کے اندر اس قصیدہ کا اور اس اردو مضمون کا جواب نہ لکھا یا نہ لکھوایا تو یہ نشان انکے ذریعہ سے پورا ہو جائیگا سو انہیں لازم ہے کہ اگر وہ میرے کاروبار کو انسان کا منصوبہ خیال کرتے ہیں تو مقابلہ کرکے اس نشان کو کسی طرح روک دیں اور دیکھو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اکیلے یا دوسروں کی مدد سے میعاد معینہ کے اندر میرے قصیدہ اور اردو عبارت کے مطابق اور ان اشعار کی تعداد کے مطابق قصیدہ چھپوا کر شایع کریگے اور تاریخ وصولی سے بیس دن کے اندر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیج دینگے تو صرف میں یہی نہیں کرونگا کہ دس ہزار روپیہ انعام دونگا بلکہ اس غلبہ سے میرا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاویگا ورنہ ان کا حق نہیں ہوگا کہ پھر کبھی مجھے جھوٹا کہیں یا میرے نشانوں کی تکذیب کریں۔ **دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں اگر میں صادق ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں صادق ہوں تو کبھی ممکن نہیں ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے تمام مولوی پانچ دن میں ایسا قصیدہ بنا سکیں اور اردو مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دیگا اور انکے دلوں کو غبی کر دے گا +**

اب ایک سلیم الفطرۃ غور سے ان سطور کو جو جلی قلم سے لکھے گئے ہیں پڑھے اور سوچے کہ کیا یہ بشری طاقت کے اندر ہے کہ وہ اس قسم کی تحدی کرے یہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی صداقت کا خاص معیار تھا اور اسی پر آنحضرت نے حصر صداقت رکھا تھا۔ اور آخری جلی سطریں بڑی وضاحت سے اس یقین اور معرفت کو ظاہر کرتی ہیں جو آپ اپنے من جانب اللہ ہونے پر رکھتے ہیں ان سب سے بڑھ کر عظیم الشان وہ پیشگوئیاں ہیں جو مندرجہ ذیل الفاظ میں اسی صفحہ کے ۳۔ پر درج ہیں +

واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے۔ **اول۔ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔ سوم۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی +**

اب دانشمند پبلک دیکھے اور خود انصاف کرے کہ

کیا اب بھی کہو گے کہ نشان پورا نہین ہوا ؟

جیسے حضرت اقدس نے زمین آسمان کو گواہ رکھکر اسپر اپنی صداقت کا حصر رکھا تھا اب اسی زمین و آسمان کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ یہ صادق اور خدا کا مامور و مرسل ہر سچ ہے۔

اسمان بارد نشان الوقت می گوید زمین
این دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

اے خدا کے برگزیدہ اور مطہر کئے ہوئے مسیح موعود تجھکو مبارک ہو آج تیری صداقت آفتاب کیطرح روشن ہو گئی تجھے رحمت برکت کا نشان تیرے خدا کی طرف سے ملا اسی کے موافق جو تو نے اس سے مانگا۔ اے **مظفر!** تجھ پر سلام! خدا نے تیری تصدیق مین یہ نشان ظاہر کیا اور تجھے فتح و ظفر کی کلید عطا ہوئی تا ان لوگون کو جو زندگی کے خواہان ہین موت کے پنجہ سے نجات ہو اور وہ جو قبرون مین دبے پڑے ہین باہر آوین اور تا اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگون پر ظاہر ہو حق اپنی برکتون کے ساتھ آگیا اور باطل اپنی نحوستون کے ساتھ بھاگ گیا *

احمدی قوم! تجھے مبارک ہو کہ تیرے پیشوا اور امام کا صدق کھل گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

آخر مین پھر ہم اپنے مطاع باذن اللہ۔ محبوب و مولا امام کے حضور احمدی قوم کیطرف سے مبارکباد عرض کرتے ہین۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اللھم صلے علے محمد وعلے آل محمد کما صلیت علے ابراہیم وعلے آل ابراہیم انک حمید مجید

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خدمتگذار دلی خاکسار شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم

ایک اور نشان ظاہر ہوا

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانے است کبیر

عرصہ ہوا حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا۔ تَخْرُجُ الصُّدُوْرُ اِلَی الْقُبُوْرِ اور انہین دنون مین یہ الہام الحکم کے ذریعہ شایع ہو گیا تھا۔ جن لوگون نے اس الہام کو پورا کیا مولوی نذیر حسین دہلوی بھی انہین سے ایک تھا۔ ۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو ½ ۵ بجے صبح کے اس نشان کو پورا کرنیوالون مین مولوی رسل بابا امرتسری بھی بعارضہ طاعون فوت ہوئے۔ یہ مولوی رسل بابا سلسلہ عالیہ کا سخت مخالف تھا۔ ایک کتاب بھی اس نے لکھی تھی اور آجکل اس نے حضرت حجۃ اللہ کے خادمونکو امرتسر مین تکلیف دہی کا خاص مذاق پیدا کر لیا تھا * مولوی رسل بابا کے بعض نادان دوست انکو اور اپنی آپکو طاعون کا نشانہ ہونے مین بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمین کیون طاعون نہین ہوتا یا رسل بابا کو کیون نہین ہوتا آخر خدا تعالیٰ نے رسل بابا کو طاعون مین پکڑا اور وہ ۱۶ روز تک سخت تکلیف کے بعد آخر تخرج الصدور الی القبور کا نشان پورا کرنیکو اس جہان سے کشتہ طاعون ہو کر رخصت ہوا۔ اسکی موت مسیح موعود کی صداقت پر ایک روشن دلیل ٹھہری۔ امرتسری مقلدین و غیر مقلدین نے اسکی زندگی کیلئے بہت دعائیں کین۔ مگر ما دعاء الکفرین الا فی ضلال

کا مصداق ہوئین۔ پچھلے جمعہ حضرت اقدس ع کو الہام ہوا تھا موت قبل یوم ہذا یعنے اگلے جمعہ سے پہلے مر جاویگا۔ چنانچہ اب رسل بابا کی موت کی خبر نے ثابت کر دیا کہ یہ کوئی ہین تھا اب امرتسر پر ایک عبرت انگیز نشان کی صورت مین حجت پوری ہو گئی اور رسل بابا کی لاش اور قبر زبان حال سے اپنے ہمعصر مولویون اور دوسرے لوگونکو جو اس سلسلہ کے مخالف ہین مخاطب کر کے نہایت حسرت اور سوز و رقت کے ساتھ یہ کہتی ہے۔ ؎ روزگار م بشد بنادانی * من نکردم شما حذر بکنید * کیا اہل امرتسر! اس آواز کو سنین گے اور دیدہ عبرت کھولکر.....

---

* مولوی رسل بابا نے گندی گالیان دینے کے لئے اپنے شاگردونکو مامور کر رکھا تھا۔ (ایڈیٹر) بڑے بڑے صدر نشین یعنے علماء ان لوگونکی قبر مین داخل کئے جائینگے

کب تک ان کے فیصلے کرتا رہوں گا

حج الکرامہ میں ابن عربی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئیگا تو اُسے مفتری اور جاہل ٹھیرایا جائیگا اور یہانتک بھی کہا جاویگا کہ وہ دین کو تغیر کرتا ہے۔ اسوقت ایسا ہی ہو رہا ہے اس قسم کے الزام مجھے دیے جاتے ہیں۔ ان شبہات سے انسان تب نجات پا سکتا ہے جب وہ اپنے اجتہاد کی کتاب ڈھانپ لے۔ اور اسکی بجائے وہ یہ فکر کرے کہ کیا یہ سچا ہے یا نہیں بعض امور بے شک سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں لیکن جو لوگ پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں وہ حسن ظن اور صبر اور استقلال سے ایک وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن پر اصل حقیقت کو کھول دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہ سوال نہ کرتے تھے بلکہ منتظر رہتے تھے کہ کوئی آکر سوال کرے تو فائدہ اُٹھاتے تھے ورنہ خود خاموش سر تسلیم خم کئے ہوئے بیٹھے رہتے تھے اور جرأت سوال کرنیکی نہ کرتے تھے میرے نزدیک اصل اور سہل طریق یہی ہے کہ ادب کرے جو شخص ادب النبی کو نہیں سمجھتا اور اُسکو اختیار نہیں کرتا اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ ہلاک نہ کیا جاوے۔

وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو ایک ہی دن میں حق الیقین کے درجے پر پہونچنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ایک ظن ہوتا ہے اور ایک یقین۔ ظن صرف خیالی بات ہوتی ہے اسکی صحت اور سچائی پر کوئی حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں احتمال کذب کا ہوتا ہے لیکن یقین میں ایک سچائی کی روشنی ہوتی ہے پھر یہ ہے کہ یقین کے بھی مدارج ہیں ایک علم الیقین ہوتا ہے پھر عین الیقین اور تیسرا حق الیقین جیسے دور سے کوئی آدمی دھوآں دیکھتا ہے تو وہ آگ کا یقین کرتا ہے اور یہ علم الیقین ہے اور جب جاکر دیکھتا ہے تو عین الیقین ہے اور جب ہاتھ ڈال کر دیکھتا ہے کہ وہ جلاتی ہے تو وہ حق الیقین ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکی ابھی ظن سے خلاصی نہیں ہوتی۔ جبکہ سنت اللہ اسی طرح ہے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں انکے ساتھ ابتلا ضرور ہوتے ہیں پھر میں کیونکر ابتلا کے بغیر آسکتا تھا اگر ابتلا نہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل میں سے آجاتے۔ تاکہ انکو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ آنیوالے کے لئے لکھا ہے کہ وہ تیرے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور اسیطرح حضرت مسیح کیوقت ایلیا ہی آجاتا تاکہ انکو ٹھوکر نہ لگتی۔

ایک یہودی فاضل نے اسپر بڑی کتاب لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ایلیا نہیں آیا۔ اور اگر خدا بھی ہم سے پوچھیگا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب پیش کر دیں گے۔

اسقدر معجزات جو حضرت مسیح سے صادر ہوئے بیان کئے جاتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے ایلیا کو بھی زندہ کرکے لے آتے۔ ایمان تو بتلاؤ کہ کیا ایلیا کا ابتلا تھا یا نمازوں کو جمع کرنے کا ابتلا۔ جس ابتلا نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اسقدر لوگ جو گمراہ ہوئے اور مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر رہے تو اسکا باعث وہی ایلیا کا ابتلا ہی ہے یا کچھ اور؟ غرض ابتلا کا آنا ضروری ہے مگر سچا مومن کبھی انسے ضائع نہیں کیا جاتا۔

اس قسم کے لوگوں نے کسی زمانہ میں بھی فائدہ نہیں اُٹھایا کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انہوں نے فائدہ اُٹھایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔ میں نے عام طور پر شائع کیا کہ استجابت دعا کا مجھے نشان دیا گیا ہے جو چاہے میرے مقابلہ پر آوے۔ جنہیں کہا کہ جو مجھے حق پر نہیں سمجھتا وہ میرے ساتھ مباہلہ کر لے میں نے یہ بھی شائع کیا کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف کا ایک نشان مجھے عطا ہوا اس میں مقابلہ کرکے دیکھ لو۔ مگر ایک بھی ایسا نہ ہوا جو میرے سامنے آتا اور میری دعوت کو قبول کر لیتا۔ پھر خدا نے مجھے بشارت دی کہ ینصرک اللہ فی مواطن۔ اور اسکا ثبوت دیا کہ ہر میدان میں مجھے کامیاب کیا۔ پس اگر ان نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتا اور اسکی تسلی نہیں ہوتی پھر وہ کسی اور کے پاس جاوے یا کسی عیسائی کے پاس جاوے اور تسلی کر لے اگر کر سکتا ہے؟ لیکن سچائی کو چھوڑ کر تسلی کہاں۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

ایسے لوگ لا من الاحیاء و لا من الاموات کے مصداق ہوتے ہیں۔

غرض نمازوں کے جمع کرنے میں یہ راز اور سر تھا۔ اور انما الاعمال بالنیات اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آیا سستی اور کسل کی وجہ سے تھا یا ایک معقول اور مبارک طریق پر۔

یاد رکھو کہ اسقدر نشانات دیکھ کر بھی جسے کوئی شک و شبہ گذر سکتا ہے تو اُسے ڈرنا چاہیئے کہ شیطان عدو مبین ساتھ ہے۔ میں جس راہ کی طرف بلاتا ہوں یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر غوثیت اور قطبیت ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام ہوتے ہیں جو لوگ مجھے قبول کرتے ہیں انکی دین و دنیا بھی اچھی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما چکا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔

درحقیقت وہ زمانہ آتا ہے کہ انکو امیت سے نکال کر خود قوت بیان عطا کریگا اور وہ منکروں پر غالب ہونگے۔ لیکن جو شخص دلائل اور نشانات کو دیکھتا ہے اور پھر دیانت امانت اور انصاف کو ہاتھ سے چھوڑتا ہے اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ

من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ

تم بہت سے نشانات دیکھ چکے ہو اور حروف تہجی کے طور پر اگر ایک نقشہ طیار کیا جاوے تو کوئی حرف باقی نہ رہیگا کہ اس میں کئی کئی نشان نہ آئیں تریاق القلوب میں بہت سے نشان جمع کئے گئے ہیں اور تم نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے۔

اب وقت ہے کہ تمہارے ایمان مضبوط ہوں اور کوئی زلزلہ اور آندھی تمہیں ہلا نہ سکے۔ بعض تم میں ایسے ہی صادق ہیں کہ انہوں نے کسی نشان کی اپنے لئے ضرورت نہیں سمجھی گو خدا نے اپنے فضل سے انکو سینکڑوں نشان بھی دکھا دیئے لیکن اگر ایک بھی نشان نہ ہوتا تب بھی وہ مجھے صادق یقین کرنے اور میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہیں ہوئے۔ انہوں نے سنتے ہی آمنا کہدیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا۔ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر شام کی طرف گئے ہوئے تھے واپس آئے تو راستہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے نبوت کی خبر پہونچی وہیں انہوں نے تسلیم کر لیا۔

(حضرت اقدس نے اسقدر تقریر فرمائی تھی کہ مولانا مولوی نورالدین صاحب حکیم الامۃ ایک جوش اور صدق کے نشہ سے سرشار ہو کر اُٹھے اور کہا کہ میں اس وقت حاضر ہوا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رضیت باللہ ربا و بمحمد نبیا کہہ کر اقرار کیا تھا۔ اب میں اسوقت صادق امام مسیح موعود اور مہدی معہود کے حضور یہی اقرار کرتا ہوں کہ مجھے کبھی ذرا بھی شک اور وہم حضور کے متعلق نہیں گذرا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے اسباب ایسے ہیں جنکا ہمیں علم نہیں اور میں نے ہمیشہ اسکو ادب نبوت کے خلاف سمجھا

رمضان المبارک کا پہلا خطبہ

(جو ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

ایمان والو تم پر روزہ لکھا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر لکھا گیا تھا غرض اس سے یہ ہے کہ تم سکھ پاؤ۔ ہر ایک انسان فطرتاً اپنا بچاؤ دکھوں سے چاہتا ہے اور سکھ اور راحت پانے کا آرزومند ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزہ اسی غرض کے لئے فرض کیا گیا ہے کہ تا تم سکھ پاؤ۔ حقیقت میں روزے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہیں۔ یہ انسان کو دکھوں سے بچاتے اور مقامات الٰہیہ کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

جیسے اس جگہ یہ فرماتا ہے کہ لعلکم تتقون اسی طرح قرآن شریف کے پہلے ہی پارہ میں جہاں انسان کو عبادت کا حکم دیا ہے یہ کہہ کر کہ یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ وہاں عبادت کو سکھوں کا باعث بتایا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ایک عبادت ہے۔ قرآن شریف کی اصل غرض اور منشا یہی ہے کہ وہ انسانوں کو تقویٰ کی تعلیم دے اور وہ تقویٰ میں ترقی کریں اس لئے سارا قرآن شریف مختلف رنگوں اور صورتوں میں اسی تعلیم سے بھرا ہوا ہے۔

قرآن شریف نے اپنے اس منشا کو پورا کرنے کے لئے مختلف ذریعے استعمال کئے ہیں کہیں صفات الٰہی کا تذکرہ کیا ہے تاکہ مومن صفات الٰہی پر ایمان لائیں اور ان سے ان میں حیا پیدا ہو اور بہت سے طریق قرآن شریف نے مدنظر رکھے ہیں روزہ بھی انہیں سے ایک ہے اور یہ سب سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایک آدمی کو سخت بھوک لگی ہوئی ہو اور وہ قریباً تڑپتا ہو پیاس شدید ہو ہونٹ خشک ہو رہے ہوں اور جان نکلتی ہو ٹھنڈا پانی اور خوش ذائقہ کھانا طیار موجود ہو اور ہر قسم کی خواہش کے سامان موجود ہوں مگر وہ ان سب سے بچتا ہے اور جانتا ہے کہ میرے مولا کا یہ حکم ہے کہ روزہ میں کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہے اور ان امور سے بچنا ایک ایسی ہوئی بات ہے کہ ہر شخص جانتا ہے۔ ایک عامی آدمی بھی جو خدا شناسی کی باریکیوں سے کوئی آگاہی اور معرفت نہیں رکھتا اگرچہ وہ کیسا ہی تنہائی میں ہو اور کوئی اُسے نہ دیکھتا ہو مثلاً غسل خانہ میں ہو اور ٹونٹی سے پانی کی خوشنما دھار پڑ رہی ہو وہ کبھی جرأت نہ کریگا کہ ایک گھونٹ پانی کا پی لے اس قسم کی دلیری پیدا نہیں ہوتی۔

غور کرو کہ کسقدر پابندی ہے مگر یہ ڈھانچہ ہے مغز اور حقیقت اور ہے اللہ تعالیٰ نے یہ مشق سکھائی ہے جیسے باوجود بھوک کے کھانا نہیں کھاتا پیاس میں پانی نہیں پیتا حالانکہ سب کچھ موجود ہے۔ مگر اللہ کے حکم کے مقابلہ میں جائز اشیاء پر کوئی ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ پھر دوسری حرام کردہ چیزوں پر کیوں دلیری کریگا۔ روزہ کی اصل غرض یہی سبق دینا ہے کہ انسان منہیات اور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے بچے۔ جیسے روزہ میں کھانا پینا وغیرہ حرام ہے کیا اسی طرح اسنے حرام نہیں کیا چوری کرنا زنا کرنا اور فسق و فجور کی باتیں سُننا بے حیائی کے لئے آنکھ ایسے کھلے چھوڑ دینا جیسے بھیڑ بکری دوسرے کے کھیت پر جا پڑتی ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔

پھر اس موٹے حکم میں جو دیباچہ اور مقدمہ ہے ان امور کی جب ایسی پابندی کی جاتی ہے اور ایک جاہل سے جاہل بھی جرأت اور دلیری نہیں کرتا کہ اس حدبندی کو توڑے تو پھر کسقدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ محرمات پر انسان دلیر ہو۔

یاد رکھو اگر کوئی شخص حقیقت کی طرف نہیں گیا تو اُس نے روزہ نہیں رکھا وہ صرف بھوکا پیاسا رہا۔ سنو! اللہ کریم و رحیم ہے اُسکو ہماری بھوک پیاس سے مزا نہیں آتا وہ خود روزہ کا نتیجہ بتاتا ہے لعلکم تتقون۔ تاکہ تم سکھ پاؤ۔ پس تم اس نمونہ سے اصل حقیقت کی طرف چلے جانیکی کوشش کرو۔

مَیں سچ کہتا ہوں کہ گناہ ایک خطرناک زہر ہے جس سے جسم اور روح دونو ہلاک ہوتے ہیں اور مجذوم سے بھی بڑھ کر جسم اور روح کو سڑا دیتا ہے اس گناہ کی زہر کا تریاق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف اور اُسکی صفات پر ایمان اور حیا پیدا ہو۔ اُسکی حدبندیوں کو توڑنے کی جرأت نہ کی جاوے اور یہ باتیں روزہ سے پیدا ہوتی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا سے قریب کرنیوالی یہی چیز ہے مگر بات یہی ہے کہ اس ظاہر سے اصل حقیقت کی طرف بڑھے اور قدم اُٹھاوے۔

اس روزہ کے لئے بڑی شرطیں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بڑے فیاض اور کریم تھے روزہ میں خصوصیت کے ساتھ بہت فیاضی کرتے تھے۔ اس لئے جو طاقت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساکین کے ساتھ خاص سلوک کرے۔

پس اپنے روزے کو بے کار نہ کردیسے حلال اور طیب چیزوں کو خدا کے ارشاد اور حکم کی تعمیل کے لئے ایک خاص وقت تک چھوڑ دیتے ہو اور گویا حرام کر لیتے ہو اسیطرح اسکی حرام کردہ چیزوں سے بہت بڑھکر بچو اور اپنے جسم اور روح کو اس ہلاکت اور عذاب سے بچاؤ جو محرمات کے قریب جانے سے آتا ہے چاہیئے کہ تمہارا وقت استغفار اور تسبیح اور حمد الٰہی میں گذرے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور سوراخوں کو شیطان کے داخل ہونے سے بچاؤ۔ جیسے چور کوئی نہ کوئی سوراخ دیکھ کر اندر گھس جاتا ہے شیطان بھی متاع دین و ایمان چرانے کے لئے انسان کے سوراخوں سے داخل ہوتا ہے بڑا سوراخ آنکھ ہے یہ آنکھ اگر بے حیائی سے بچے تو یقیناً سمجھو کہ شیطان کو دیگر سوراخوں سے کم داخل ہونیکا موقع ملتا ہے اسکا پہلا موقع یہی ہے۔ پھر کان ہیں زبان ہے غرض جس قدر سوراخ ہیں انکو بچاؤ اور بند کرو اسی طرح جسطرح اپنے صندوقوں کو قفل لگا کر بند کرتے ہو۔ اور چور سے بچاتے ہو۔

بیہودہ فسق و فجور کی باتوں کو چھوڑ دو۔ اور نامحرم عورتوں کی باتیں مت سُنو۔ تمہاری زبانوں پر سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہو۔ تم درود شریف اور استغفار پڑھو تا زبان محفوظ رہے۔

غرض ان ایام رمضان میں خصوصیت سے کوشش کرو کہ تا تم بدیوں اور دکھوں سے بچائے جاؤ اور تمہاری گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو جائے۔ یہ بڑا ہی غنیمت وقت ہے خدا کا شکر کرو جسنے روزہ رکھنے کی توفیق دی ہے۔

رمضان میں شیطان زنجیروں سے جکڑا جاتا ہے مگر مومنوں کے لئے اس لئے تم مومن بنو اور اب شیطان کی زد سے نکل جاؤ۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور دعائیں کرو کہ یہ نعمت ہاتھ سے نہ جاوے۔ کیونکہ یہ گناہوں کے بخشے جانے اور گناہوں کے نہ پیدا ہونیکا ایک ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سبکو اسکی توفیق دے اور اسکے نیک نتائج سے بہرور کرے۔

مختصر نوٹ اور نکات

جس طرح پرستان میں آگ کا وجود بیجا ہوتا ہے اسی طرح توریت اور انجیل کے احکام قرآن شریف میں آکر حکمت بن گئے۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو توریت اور انجیل اس اندھے تیر کی طرح ہوتیں کہ کبھی ایک دو مرتبہ نشانہ پر لگ گیا اور سو مرتبہ خالی گیا۔ شریعت خصوصی طور پر توریت سے آئی اور مثالوں کے طور پر انجیل کے ظاہر ہوئی اور **حکمت کے پیرایہ میں قرآن شریف سے حق اور حقیقت کے طالبوں کو ملی۔**

نبیوں کی سیرۃ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابطال باطل اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے دو قسم کی توجہ سے کام لیا ہے ایک حکیمانہ دلائل اور حجتیں قایم کرنے سے دوسرے اقبال علی اللہ اور عقد ہمت یعنی اس بطلان کے استیصال کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے۔ یہ سلسلہ منہاج نبوۃ میں پایا جاتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا تقاضا یہی ہے کہ وہ جیسے اسباب ظاہری سے نتائج پیدا کرتا ہے اسی طرح نہاں در نہاں اسباب سے بھی مختلف نتائج اور مسببات کو ظاہر کرتا ہے اس لئے نبیوں کا گروہ جیسے دلایل و بینات سے کام لیتا ہے اسی طرح دعا اور عقد ہمت سے اندرونی مخالفتوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ ان دو ذریعوں کو ایک انصاف پسند اگر حضرت اقدس مسیح موعود کے حالات کو معائنہ کرے تو کچھ شک نہیں کہ اُس پر صدق ظاہر ہو جاوے کہ کس طرح اس موید من اللہ نے دلایل و بینات سے بطلان کو پاش پاش کیا اور پھر کیسے خدا کے قہری تجلیوں سے اس کے جلال و جبروت کا ثبوت دیا ہے کوئی ہو جو اس اصل میں غور کرے۔

انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ طرح طرح کے اشتغال و تعلقات میں پڑ کر وہ خدا کی طرف سے غافل ہو کر کاہل ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے دل پر کچھ ایسا زنگ غفلت کا بیٹھ جاتا ہے کہ وہ دل از خود بیدار نہیں ہو سکتا۔ وہ کچھ ایسا مستی کا عجیب پڑتا ہے جو اُسے اٹھنے نہیں دیتا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی محرک اُسے تنبیہ کرنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کو بھیجے چنانچہ یہی فطرت انسانی وقتاً فوقتاً مجددین اور مجددین کے آنے کی ضرورت ثابت کرتا ہے۔ اور اسی ضرورت کی طرف قرآن شریف نے ایک جگہ اشارہ بھی کیا ہے **فطال علیہم الامد فقست قلوبھم** یعنی ان پر زمانہ دراز ہو گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے دل سخت ہو گئے۔ اس اصل کو جو فطرتی ہے کوئی توڑ نہیں سکتا پھر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو سال بعد بھی کوئی عظیم الشان مصلح اور مامور نہیں آنا چاہیئے تھا جو آکر خفتہ دلوں کو بیدار کرے غور کرو!!!

عجب اور حسرت ہی ہوتی جب ایک طرف انسانی فطرت کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ چشم دید ماجرا اور روحانی بصیرت کو چاہتی ہے اور دوسری طرف یہ عملی عقیدہ اپنے مخالفوں کا دیکھتے ہیں کہ اب الہامات اور مکالمات کا گویا سلسلہ ہی بند ہے؟

مذہب اسی زمانہ تک علم کے رنگ میں رہ سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کی صفات ہمیشہ تازہ بتازہ تجلی کرتی رہیں ورنہ کہانیوں کی صورت میں ہو کر وہ جلد مر جاتا ہے کیا ایسی ناکامی کو کوئی انسانی کانشنس قبول کر سکتا ہے جبکہ ہم اپنے اندر اس بات کا احساس پاتے ہیں کہ ہم اس معرفت تامہ کے محتاج ہیں جو کسی طرح منبر پر کھڑا ہو کر اور بڑے بڑے نسخوں کے پوری نہیں ہو سکتی تو کس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہم پر الہامات کا دروازہ بند کر دے؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا اُس نے کوئی دروازہ الہام کا بند نہیں کیا بلکہ انسان کی اس فطرتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسوقت بھی ایک مامور و مرسل کو بھیجا جس نے آکر یہ **گم شدہ صداقت** دنیا کو پھر دی اور اپنے تائیدی نشانات سے دکھا دیا کہ بے شک خدا اپنے ساتھ کلام کرتا ہے اور اسکی سنتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو اس کے پاس آتا اور اپنی فطرتی تقاضے کو پورا کرتا ہے اور اپنی روح کی سیری کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔

اسی طرح انسان جیسے تمدنی نظام میں ایک بادشاہ یا سرگروہ کی ماتحتی میں رہتا ہے روحانی تمدن میں بھی اسے ایک ہی **امام** کے ماتحت ہو کر چلنا پڑتا ہے اور اگر وہ ایک امام کے ماتحت نہ ہو تو بے شک وہ خائب خاسر ہوگا۔

قرآن ان تمام کمالات کا جامع ہے جنکی انسان کو تکمیل نفس کے لئے حاجت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام کمالات عملی رنگ میں موجود ہیں جو کل اخلاق فاضلہ کا مجموعہ ہیں۔ اور جنکی کسی نہ کسی حصہ زندگی میں انسان کو ضرورت پڑتی ہے۔

صفات الٰہی کے مسئلہ کو جس وضاحت اور صفائی سے اسلام نے سمجھایا ہے اور کوئی کتاب اور مذہب نہیں سکھا سکا۔ عیسائیوں نے اپنی نادانی اور جہالت سے کفارہ کی کل ٹھیک بٹھانے کے لئے جہاں اور بہت سی غلطیاں کھائی ہیں ایک یہ بھی عظیم الشان غلطی کھائی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رحم اور عدل دو نو خدا تعالیٰ کی ذات میں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ عدل کا تقاضا سزا ہے اور رحم کا تقاضا درگذر۔ مگر وہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ **کا عدل** درحقیقت رحم ہی ہے کیونکہ وہ عدل بھی انسانوں ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔ ظالم خطاکار کو جو سزا دیجاتی ہے تو اس سے اسکے دوسرے ہم جنسوں پر رحم ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم و جفا کاری نہ کریں۔ پس عدل بھی ایک قسم کا رحم ہی ہے لیکن یہ عیسائیوں کا اپنا قصور نہیں بلکہ انکی نامکمل اور ناقص تعلیم کا قصور ہے جو صفات الٰہی کے مسئلہ کو سمجھ نہیں سکی۔

انبیاء علیہم السلام کی زندگی عام انسانوں سے نرالی ہوتی ہے اور انکا ہر ایک ارادہ اور ہر فعل ایسے ایسے عجائبات کا مظہر ہوتا ہے کہ ان تمام کو آیت یا معجزہ کہہ سکتے ہیں کاش اگر انسان برگزیدوں کے حالات پر نظر کرے اور غور سے دیکھے اور تمام شوخیوں اور بکواسوں کو چھوڑ کر اصلاح کی نیت سے انکا مطالعہ کرے اسوقت ان برگزیدوں کے حالات قابل اعتبار محفوظ کتاب قرآن مجید میں موجود ہیں اور انکا زندہ نمونہ حضرت مسیح موعود میں نظر آتا ہے جو **جری اللہ فی حلل الانبیاء** کا مصداق ہو کر آیا ہے۔

غفلت سے انسان کا دل ڈگمگاتا رہتا ہے اور تمام دینی دنیوی خرابی کا باعث ہو جاتا ہے۔ انجیل نے یہ کہہ کر کل کی فکر آج مت کرو انسانی قویٰ کا خون کر دیا ہے اور انسان کی فطرت پر ظلم کرنا چاہا ہے۔ انسان فطرتاً کل کا فکر آج کرنا چاہتا ہے اور یہ مادہ اسی لئے ودیعت رکھا گیا ہے کہ تا وہ آخرت کی فکر کرے۔ مگر انجیل اس سے ہٹاتی اور روکتی ہے برخلاف اسکے قرآن کریم نے اسی طرح تعلیم دی **ولتنظر نفس ما قدمت لغد**۔ البتہ قرآن نے یہ تو کہا کہ مت کہو کہ میں کل یہ کام کرونگا۔ مگر اس سے نہیں

سورۃ جمعہ پر حکیم الامّت کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

امرتسر میں پندرہ روز تک مباحثہ ہوا۔ اگر رحیم کریم نہوتا تو ایک ہی منٹ میں ختم کر دیتا۔ ایک ہی اصل اس نے پیش کی تھی جسکا جواب عیسائی اور دوسری قومیں ہرگز ہرگز نہیں دے سکتیں اور قیامت تک نہ دے سکیں گی۔ پھر وہ اصل ایسی اصل نہیں ہے کہ اسے یونہی رد کر دیا جاوے بلکہ ہر سلیم الفطرۃ دانشمند انسان کو ماننا پڑیگا کہ بڑی پکی اصل ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ ہر مذہب کی الہامی کتاب کا یہ خاصہ ہونا چاہیئے کہ جو دعویٰ وہ کرے اُسکی دلیل بھی اُسی میں ہو یعنی دعویٰ بھی وہی کرے اور دلیل بھی وہی دے مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع خدا ہے تو چاہیئے کہ انجیل میں پہلے وہ یہ دعویٰ دکھائیں کہ یسوع خدا ہے پھر اس کے دلائل دیں۔ مگر یہ اصل انجیل میں کہاں؟ عیسائی مجبور ہوگئے اور انکو اس حصہ کو چھوڑنا پڑا۔ اس راہ پر وہ ایک منٹ بھی چل نہ سکے تھے مباحثہ کی روئداد موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔

میں تو اُسیوقت جب اُس کے مُنہ سے یہ لفظ نکلا تہا سمجھ گیا اور مان چکا تہا کہ یہ کسر صلیب میں کامیاب ہوگیا اس اصل سے اُسنے قرآن شریف کی وہ عزت اور عظمت ظاہر کی کہ میرا ایمان ہے تیرہ سو برس کے اندر کسی نے نہیں کی۔ اس نے کل مباحثہ میں اپنے اس طرز اور اصل کو نہیں چھوڑا۔ جو دعویٰ بیان کرتا قرآن شریف سے اور جو دلیل بیان کرتا وہ بھی کتاب اللہ سے دیتا۔

اور پندرہ دن تک برابر اسی کا التزام کیا اب بتاؤ کہ یہ طرز بیان مزکی کے سوا حاصل ہو سکتا ہے میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ جسقدر تم اسوقت موجود ہو تم سب سے زیادہ میں کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ اور کتاب میری ہر وقت کی رفیق ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس طرز پر مباحثہ کی بنیاد کوئی نہیں ڈال سکا۔ اور ایسی طرز کہ مخالف پہلا ہی قدم نہیں اُٹھا سکتا۔ جو چاہے آزما کر دیکھ لے میں نے تو آج بھی اس اصل سے فائدہ اُٹھایا ایک شخص نے اعتراض کیا میں نے اُسے یہی کہا کہ اس اصل کو مدِ نظر رکھو۔

مجھ پر اعتراض کیا گیا کہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے؟ اور پھر رمضان ہی میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ میں نے اُسکو اوّلاً یہی جواب دیا کہ تم بتاؤ تمہاری کس کتاب نے منع کیا ہے کہ روزہ نہ رکھو اور پھر اس منع کے دلایل کیا دیئے ہیں میں تو بتاؤں گا کہ روزہ کیوں رکہنا چاہیئے اور رمضان میں کیوں فرض کیا گیا اُسے کچھ جواب بن نہ پڑا۔ میں نے اس مضبوط اور محکم اصل کو لیکر کہا کہ دیکھو ہماری کتاب قرآن شریف روزہ کا حکم دیتی ہے تو اسکی وجہ بھی بتاتی ہے کہ کیوں روزہ رکھنا چاہیئے **لعلکم تتقون** روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دکھوں سے بچ جاؤ گے اور سکھ پاؤ گے۔ رمضان ہی میں کیوں رکھیں؟ اسکی وجہ بتائی **شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن** چونکہ اس میں قرآن نازل ہوا یہ برکات الٰہیہ کے نزول کا موجب ہے۔ اس لئے وہ اصل غرض جو **لعلکم تتقون** میں ہے حاصل ہوتی ہے اسیطرح جب امر کو لو۔ یا جب نہی کو لو۔ قرآن نے اسکے اسباب اور نتایج کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ اُنکے نتایج سے بہرہ مند کرکے دنیا کو دکھا دیا ہے۔ آخرت کے وعدے تو آخرت میں پورے ہوں گے اور ضرور ہوں گے مگر اس دنیا میں اسنے حصہ دیا اور ایسا حصہ دیا کہ اربعہ متناسبہ کے قاعدہ کے موافق وہ آخرت پر بطور دلائل اور بیج کے ٹہیرے۔ جن کو دیکھ کر اب کوئی آخرت کا انکار نہیں کر سکتا۔ صحابہ ہی تک وہ فیض اور فضل محدود اور مخصوص نہ تہا اب بھی اگر کوئی قرآن شریف پر عمل کرنیوالا ہو خلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آوے وہ ان انعامات اور فضلوں سے حصہ لیتا ہے اور ضرور لیتا ہے اسوقت بھی لیتا ہے دیکھو ہمارا امام ان وعدوں اور فضلوں کا کیسا سچا نمونہ اور گواہ موجود ہے۔

غرض سب کچھ قرآن میں ہے مگر مزکی کے بغیر معلم کے بغیر وہ تزکیہ اور تعلیم نہیں ہوتی۔ مزکی اپنی کشش اور اثر سے تزکیہ کرتا ہے اور ان انعامات کا مورد بنانے میں اپنی دُعا۔ عقد ہمت۔ توجہ تام سے کام لیتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتی ہے۔ ایک بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ وفات مسیح پر اسقدر زور کیوں دیا جاتا ہے ثابت ہوگیا کہ وہ مرگیا اب اسکی کیا ضرورت ہے کہ بار بار اسی کا تذکرہ کیا جاوے؟ میں نے اسکو کہا کہ یہی وہ سِرّ ہے جس سے یہ مسیح موعود بنایا گیا اور جو کسر صلیب کا تمغہ لیتا ہے تم اور میں اور اوروں اس قابل نہیں ہوئے یہ ثبوت ہے اس کے خدا کی طرف سے ہونے اور اس کے کامیاب ہوجانے کا۔ میں سچ کہتا ہوں اور ایمان سے کہتا ہوں کہ میری آنکھ نے وہ دیکھا جو بہت تہوڑوں نے ابہی دیکھا ہوگا۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ کسر صلیب ہوچکی میں نے تو اسی روز اسکا مشاہدہ کرلیا تہا جب اسنے امرتسر کے مباحثہ میں وہ اصل پیش کی جسکا ابھی میں نے ذکر کیا ہے اس سے بھی بہت عرصہ پہلے مجھے اسکی خوشبو آرہی تہی۔ اندر باہر۔ جہاں کہیں ہو۔ کوئی ہی مضمون ہو جب یہ بول رہا ہو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ وہ وفات مسیح سے کتنا ہی غیر متعلق ہو مگر وفات مسیح کا ذکر ضرور ہی کریگا۔ یہ عزم۔ یہ استقلال اور عقد ہمت مامور کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ملتی ہے۔ اور یاد رکھو نہیں ملتی ہے۔ تم مامور من اللہ کو اسکے عقد ہمت اور توجہ تام سے ہی شناخت کر سکتے ہو بے شک خدا تعالےٰ مضطر کی دعا سنتا ہے جب انسان مضطر ہو تو کیوں سُننے میں دیکھتا ہوں کہ اپنی بیماری۔ یا دوسرے بیماروں کو دیکھتا ہوں تو میں مضطر ہوتا ہوں اور میرا مولیٰ میری دعا سنتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ صورت جاتی رہتی ہے تو پھر وہ حالت پیدا نہیں ہوتی اس وقت میں اپنے نفس کو کہتا ہوں کہ تو مزکی نہیں ہو سکتا اسوقت مزکی وہی ہو سکتا ہے جو ہر حالت میں مسیح کی وفات کو لے آتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ میں قرآن پڑھایا کرتا ہوں مجھے کوئی نصیحت فرمائے۔ فرمایا قرآن شریف پڑھایا کرتے ہو تو بس یہی کافی ہے کہ انی متوفیک کے معنے انی ممیتک پڑھا دیا کرو۔ اب غور کرو کسقدر عقد ہمت ہے کیسی توجہ ہے ساری نصیحتوں میں اسے یہی ایک ضروری معلوم ہوئی ہے مجھ سے اگر وہ شخص پوچھتا تو شاید سینکڑوں نصیحتیں کرتا اور وہ بظاہر ضروری بھی ہوتیں مگر نہ کرتا تو یہی نکرتا اور یہی سب سے اہم ہے یا کسی اور سے وہ پوچھتا تو وہ اپنی جگہ سوچ لے کہ کیا وہ یہی نصیحت کرتا جو اس مزکی نے کی؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ کرتا۔ یہ اسی کا کام ہے دوسرے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہی تو بتاتا ہے کہ یہ کسر صلیب کے لئے آیا ہے۔

(باقی آئندہ)

ڈائری امام الزمان سلمہ الرحمان

۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء

(صبح کی سیر)

سہ سالہ پیشگوئی کے متعلق حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ذکر فرماتے رہے۔ اور ملکوال میں ٹیکا کی وجہ سے جو نقص پیدا ہوا اُسے بھی ذکر فرمایا۔ فرمایا ہماری جماعت تین سو سے بھی کم تھی اور اب قریباً دو لاکھ تک نوبت پہونچی ہے۔

فرمایا حق کا رعب ایسا ہوتا ہے کہ مُنہ بند ہو جاتے ہیں۔ آخر دسمبر تک سہ سالہ پیشگوئی کی میعاد ہے ابھی معلوم نہیں کہ اس مہینے میں اور کیا کیا ظاہر ہو۔

تعجب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے چمکانے اور بس ہمارے سلسلہ کی تائید میں اسقدر کثرت سے زور دے رہا ہے اور پھر بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کُھلتیں یہ بھی عادۃ اللہ ہے کہ مکذبین کی تکذیب خدا کے نشانات کو کھینچتی ہے جب انکی تکذیب ٹھنڈی ہو جاوے گی تو نشانات بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ دیکھو برسات میں جس قدر گرمی زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر بارش زیادہ ہوتی ہے

خدا تعالیٰ نے منہاج نبوۃ کا نظارہ دوبارہ دکھلایا ہے کیا کیا کچھ کیا ہے ہماری تائیدات میں نہ زمین چھوڑا اور نہ آسمان کو مگر ان لوگوں نے کسی بات سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ہمیشہ سے ان لوگوں کا خیال تھا کہ صدی کے سر پر کوئی آیا کرتا ہے اب اس صدی کے بھی بیس سال گذر گئے۔ مگر انکو آج تک سمجھ نہ آئی۔ اب تو قیامت کا سامنا باقی ہے اور تو کوئی کسر باقی نہیں۔

تعجب ہے کہ بار بار دجال کذاب کہتے ہیں اور انکے پاس کوئی دلیل نہیں ہو غور کریں کیا اس طرح پر خدا تعالیٰ دجال اور کذاب کی تائید کیا کرتا ہے؟ ایکدفعہ ایک مخالف نے مجھے ایک خط لکھا۔ کہ آپ کی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی مگر ایک بات کا جواب ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ باوجود اس قدر مخالفت کے آپ کامیاب ہوتے جاتے ہیں یہ تائید کیوں ہوتی ہے

پس یہ بات عقلمندوں کو فکر میں ڈال رہی ہے دو پہلو غور کے لائق ہیں اول یہ کہ بیس سال ہوئے جبکہ ہمارے پاس ایک شخص بھی نہ تھا اور اسوقت پیشگوئی ہو رہی تھی کہ تیرے ساتھ ایک جماعت کثیر ہوگی دوم مخالفوں کو بار بار کہا جاتا ہے کہ جسقدر شرارتیں اور مکر و فریب تم کر سکتے ہو کرو پھر ہم اسکو بڑھا کر دکھاوینگے جیسے فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الیس ھذا بالحق یعنی اُسوقت ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ ہماری بات اور ہمارا سلسلہ سچا نہ تھا۔

ایمان کی لذت بھی یہی ہے کہ خدائی نصرتوں کو انسان آنکھوں سے دیکھ لے تب آنکھیں کھلتی ہیں جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ سچ یہی ہے تو پھر اُس پر مرنے کو طیار ہو جاتا ہے۔

جب تک خدا کی نصرتیں چمک کر ظاہر نہیں ہوتی ہیں اُسوقت تک یہ تذبذب میں رہتا ہے۔ مگر جب انکی چمکار نظر آجاتی ہے تو سینہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔

جن لوگوں نے ابتک الحکم کا سابقہ حساب بیباق نہیں کیا وہ بہت جلد دسمبر کے ختم ہونے سے پہلے بھیجدیں تاکہ حساب صاف ہو اور مطبع کی ضروریات میں آسانی۔ خاکسار ایڈیٹر

---

۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

فرمایا اسی میں تو بڑا مزا ہے کہ خدا کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ تقویٰ طہارت بھی سے ایمان بڑھتا اور اسکی آبپاشی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ اسوقت ہوتا ہے جب خدا کی ہستی اور وجود ثابت ہو جاوے۔

جیسے براہین کے آخری اوراق کو دیکھا اسمیں لکھا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا اور دنیا نے اس کو قبول نہ کیا پر خدا اسکو قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

اسپر مجھے خیال آیا کہ اسوقت دنیا کہاں تھی اسوقت تو ہمارا دعویٰ بھی نہ تھا یہ ایک پیشگوئی تھی جو آج طاعون پر پوری ہوئی اور زور آور حملوں میں سے طاعون بھی مراد ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنیا میں ابھی ایسی روحیں بھی ہیں کہ جب انکی آنکھیں کُھلیں گی جب ایک انقلاب نظر آویگا جیسے کہ ابو سفیان جو راست کم تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو کہا کہ کیا تو اب بھی نہیں سمجھتا۔ تجھے پورا دیا تجھے ابتک پتہ نہیں لگا کہ یہ انسانی ہاتھ کا کام نہیں تو وہ کہتا ہے کہ بے شک تائید خدا بھی تمہارے ساتھ ہے۔ . . . . پس خدا کی تائید ہمارے دلائل میں شامل ہوتی ہے۔ اسیطرح آخر کار لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آجاویگا کہ یہ ہوتا کیا ہے؟ اور ہم کہاں چلے جاتے ہیں۔

مدت ہوئی کہ مجھے خدا کی وحی سے یہ بتایا گیا یخرون علی الاذقان سجدا ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قوم بھی جو بعد میں آویگی اور اُسی قوم کیواسطے خوشخبری بھی آئی ہے لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین خدا تعالیٰ نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے ہامان نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جاویگا کہ اُسنے حضرت موسیٰ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی اور شائد یہی وجہ ہو جس سے اُسکو ایمان نصیب ہوا ہو۔

ہمارے نبی کریم کو دوسروں سے تربیت کا موقع خدا نے نہیں دیا بلکہ خدا نے خود سب کچھ سکھایا

ایک نووارد شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کا عاشق ہوں مجھے کوئی وظیفہ بتایا جاوے جس سے میری غفلتیں دور ہوں۔

فرمایا نماز میں استغفار بہت کیا کرو۔ اور خدا سے دعا مانگو کہ میری غفلتوں کو دور کر خدا کے ساتھ بے صبری کرنیوالے بدنصیب اور مردود اور بدبخت ہو جاتے ہیں انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی شخص نے کنواں کھودنے کے واسطے بیس ہاتھ گڑھا کھودا ابھی ایک ہاتھ باقی تھا کہ تھک کر رہ گیا۔

خدا کی محبت اور ذوق و شوق کسیقدر بعث اور دکھ سے ملکر آتا ہے اہل عصر کی یہی عادت تھی اور ان لوگوں کا یہ قول ہوا کرتا تھا کہ

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

یاد رکھو کہ مخالفت نفس بھی عبادت ہوتی ہے۔ سید عبد القادر لکھتے ہیں کہ جب آدمی عابد اور عارف ہوجاتا ہے تو اسکی عبادت کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ ہر نیکی کا اجر نقد پالیتے ہیں یعنی جب نفس امارہ بدل کر مطمئنہ ہوجاتا ہے تو وہ جنت میں پہونچگیا جو کچھ پانا تھا پالیا اب اجر کیسا پس جو شخص جلدی کرے تو پھر خدا غنی اور بے پرواہ ہے صبر سے خدا رحم کرتا ہے اور اُس پر دروازے کھول دیتا ہے۔

اہل اللہ کہتے ہیں کہ جب انسان عابد ہوجاتا ہے تو اسکی عبادتیں ساقط ہوجاتی ہیں پھر خود ہی شرح کرتے ہیں کہ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ نماز روزہ معاف ہوجاتا ہے نہیں بلکہ رنجیتیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی نماز روزہ اس ذوق سے ادا کرتے ہیں جسطرح انسان وہ وقت روٹی کھاتا ہے۔

فرمایا دوستی اور اخلاص کا حق جیسے خدا ادا کرتا ہے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ مگر بات یہ ہے کہ انسان صبر سے کام نہیں لیتا اور جلد تھک کر اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔

یہ بھی کچھ عادۃ اللہ ہی ہے کہ جب کوئی خدائی سلسلہ آتا ہے تو ہمیشہ مخلوق خدا کے راستبازوں ہی سے مخالفت کرتی ہے حالانکہ سینکڑوں کاذب دنیا میں مکر اور فریب کرکے دھوکہ دیتے پھرتے ہیں۔ انکی مخالفت کبھی نہیں کیجاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستباز کی مخالفت پر تو شیطان تلا ہوا ہوتا ہے اور وہ لوگ خود شیطان کا مظہر ہوتے ہیں۔

ابوجہل کو آنحضرت صلعم نے فرعون کہا وہ پرلے درجہ کا متکبر اور سرکش اور بیدین تھا کیونکہ اول تو اسکو ایمان نصیب ہوا۔ دوسرے سر کاٹنے والے کو کہا کہ ذرا گردن لمبی کرکے کاٹنا تاکہ دوسروں کے یہ سر بڑا دکھائی دے گویا مرتے دم تک تکبر نہ چھوڑا۔ بعد میں مکہ کے لوگ سمجھ گئے تھے کہ یہی دین سچا ہے۔ مگر مرتبہ ہمیشہ اُسی کو ملتا ہے جو عسر کے وقت ساتھ ہوتا ہے۔

پھر فرمایا انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر سے یہی مراد ہے کہ تیری اولاد کثرت سے ہوگی اب تو حقیقی قربانیاں کر

مگر ہماری مخالف کم بخت روحانی اور جسمانی اولادوں سے محروم قرار دیتے ہیں۔

اشتہار کے متعلق ذکر پر فرمایا کہ غزنویوں کو بھی ضرور اشتہار بھیجو مولوی عبد اللہ صالح آدمی تھے خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا شاید انکی سمجھ میں آجاوے۔

مولوی عبد اللہ کو رویا میں ایکدفعہ میں نے دیکھا کہ میں قرآن کھول کر بیٹھا ہوں الہام ہوا **ھذا کتابی وھذا عبادی۔ فاقرء کتابی علی عبادی** تو شاید ان لوگوں کو ہدایت ہوجاوے۔

۳۰ر نومبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

برطانیہ اور کابل فرمایا گورنمنٹ انگلشیہ نے بڑی آزادی دے رکھی ہے اور ہر قسم کا امن ہے مگر کابل میں تو لوگ ایکطرح سے اسیر اور مقید ہیں۔ وہ باہر جانا چاہیں تو انکو لئے کئی قسم کی پابندیاں ہیں اور بیہودہ نگرانیاں کیجاتی ہیں۔ خدا تعالی نے اس سلسلہ کو اسی لئے اس مبارک سلطنت کے ماتحت رکھا۔

فرمایا جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں وہ مرد نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔

فرمایا جو خدا کی پروا نہیں کرتا وہ برباد ہوجاتا ہے یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے انکار کیا یہ آثار اچھے نہیں اللہ تعالی بعض وقت انصاف پسند کافر کو ظالم کلمہ گو کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے لئے گورنمنٹ انگلشیہ کے سوا دوسری حکومتیں سخت مضر ہیں انہیں امن نہیں ہے

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء
صبح کی سیر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مخالفوں کی مخالفت کے تذکرہ پر فرمایا کہ مخالف مامور کی عمر کو بڑھاتے ہیں بلکہ وہ گویا سلسلہ نبوت کی رونق کا باعث ہوتے ہیں انکی مخالفت سے تحریک پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالی کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ جب مخالفت اُٹھ جاتی ہے تو گویا مامور بھی اپنا کام کر چکتا ہے اور وہ فتحیاب ہوکر اُٹھایا جاتا ہے دیکھو جبتک کفار مکہ کی مخالفت کا زور شور رہا اسوقت تک بڑے بڑے اعجاز ظاہر ہوئے لیکن جب **اذا جاء نصر اللہ والفتح** کا وقت آیا اور یہ

سورۃ اُتری تو گویا آپکے انتقال کا وقت قریب آگیا فتح مکہ گیا تھی آپکے انتقال کا ایک مقدمہ تھی۔ غرض ان مخالفانہ تحریکوں سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں اور ہماری جماعت ان مخالفوں ہی میں سے نکل آتی ہے اور اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو اس زور شور سے تحریک اور تبلیغ نہ ہوتی۔

پھر وجودیوں رافضیوں وغیرہ کا ذکر ہوتا رہا۔ اسکے بعد آپنے تقوی کے متعلق کچھ نصائح فرمائیں جنکا اقتباس یہ ہے۔

تقوی فرمایا اصل تقوی جس سے گند دھویا جاتا ہے اور جس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور وہ تقوی جسکے لئے نبی آتے رہے ہیں اسوقت پایا نہیں جاتا۔ بہت ہی کم کوئی ایسا ہوگا جو **قد افلح من زکھا** کا مصداق ہو۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر انسان متقی ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کریں اگر خدا پر ایمان ہو تو جن چیزوں کو ناجائز طور پر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ متقی اور مومن کو جائز طور پر ملتی ہیں۔ چور اور زانی کو اگر خدا تعالی پر ایمان ہو تو وہ کبھی چوری یا زنا کی جرأت نکرے خدا پر ایمان ہی نہیں ہا تو اس قسم کی شوخیاں اور شرارتیں کیجاتی ہیں اور بیحیائی حد بدکاری سے خوف نہیں کیا جاتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو یہ بالکل سچی بات ہے بکری کے سر پر اگر شیر ہو تو اسکو حلال کھانا بھی بھول جاتا ہے چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کے کھیت میں جاوے اسیطرح پر اگر خدا کا خوف ہو تو ممکن نہیں کہ گناہ کرے۔ دنیوی حکومتوں سے جب انسان ڈرتا ہے تو انکی قواعد اور قوانین کے خلاف ورزی نہیں کرتا پھر اگر خدا کا خوف واقعی کرے تو کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ گناہ پر دلیری کرے۔ میں دیکھتا ہوں اور خدا کی وحی سے دیکھتا ہوں کہ وہ اسوقت تقوی کی بنیاد نئے سرے ڈال رہا ہے۔ قرآن شریف کی ابتدا تقوی سے ہوئی ہے اور قرآن شریف کی غرض تقوی ہے۔

ایاک نعبد وایاک نستعین میں تقوی ہی کی تعلیم ہے اس سے بڑھکر کون متقی ہوسکتا ہے جو عبادت کرکے پھر استعانت چاہتا ہے۔ پھر دوسری سورۃ میں بھی اسی تقوی سے شروع کیا ہے۔

تقوی کے نتائج اللہ تعالی متقی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے فرمایا **ان اللہ مع المتقین** پھر اللہ تعالی متقیوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جیسے فرمایا **انما یتقبل اللہ من المتقین**۔ اللہ تعالی متقی کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے

کر اُسے پتہ بھی نہیں ہوتا۔ یرزقہ من حیث لا یحتسب ہر تنگی سے اسے نجات ملتی ہے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

اسکا اصل مفہوم تو یہی ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسپر استقامت کی انپر ملائکہ اترتے ہیں کہ خوف مت کرو اور غم مت کہاؤ۔ اور جس بہشت کا تم کو وعدہ دیا گیا تہا اسکی خوشخبری تم کو ہو ہم تمہارے دنیا اور آخرۃ میں رفیق ہیں۔

یعنی متقی سے آخر مکالمہ الٰہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ عظیم الشان فضل اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ بھی

ولمن خاف مقام ربہ جنتان ایک قسم کی جنت ہی ہے اصل جنت یہی ہے جو متقیوں سے اللہ تعالیٰ نے جس جنت کا یہاں وعدہ کیا ہے اس سے دنیا کا جنت بھی مراد ہے اور قرآن شریف میں آیا بھی ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔

الدنیا سجن المومن کے معنے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا مومن کے لئے تو سجن ہوتی ہے پھر جنت کہاں؟ یہ سچ ہے کہ دنیا مومن کے لئے سجن ہوتی ہے مگر اسکی حقیقت سے وہ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ مومن تین قسم کے ہوتے ہیں ظالم۔ مقتصد۔ اور سابق بالخیرات پہلی حالت میں یعنی ظالم ہونیکی حالت میں نفس کے ساتھ جنگ اور کشاکش ہوتی ہے اس صورت میں بھی وہ مومن تو ہوتا ہے یہ زمانہ مجاہدہ کا زمانہ ہوتا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ایک سجن میں ہوتا ہے اسکے بعد مجاہدات کا سلسلہ رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے یہانتک کہ جب وہ نفس مطمئنہ کی حالت پر پہونچتا ہے تو سب سلوک کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ آواز آجاتی ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

رجوع الی الرب مومن کا جنت ہے اور رضوان من اللہ اکبر بھی بجز جنت ہے۔ پس متقی کا جنت تو یہی ہے جب وہ نفس مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے جیسے کنوئیں کا کہودنا پانی نکالنے کا مقدمہ ہوتا ہے اس میں تکالیف اور محنت تو کرنی پڑتی ہیں لیکن آخر اسکا انجام خوش کن ہے اسیطرح الدنیا سجن المومن ہے اور یہی اس کا حل ہے۔

ظالم۔ نفس امارہ کے جنگ وجدل کا زمانہ ہے اور مقتصد میں نفس لوامہ کی حالت ہوتی ہے

آخری حالت محبت ذاتی اور سابق بالخیرات میں مطمئنہ ہوتا ہے۔ اس میں جنگ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اسوقت یہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان کا مصداق ہوتا ہے اور امر الٰہی کی تعمیل میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اسکا ارادہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کے اوامر کی تعمیل ایک ذوق سے کرتا ہے۔ اور اسکی تمام حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کے جلال کے اظہار کے لئے ہوتی ہیں۔ اور وہ اسوقت جوش سے کوشش کرتا ہے کہ اگر اسے کہا جائے کہ تیری ساری محنت کا کوئی اجر نہ ہوگا بلکہ تجھے سزا ملیگی تب بھی وہ رک نہیں سکتا۔ اسی کا نام آخری حالت اور محبت ذاتی ہے۔

اجر کے سہارے پر اس کے جوش نہیں ہوتے۔ دنیا میں بھی اس قسم کے آدمی ہوتے ہیں جو اپنی دھن میں ایک کام کرتے جاتے ہیں پس یاد رکھو کہ محبت ذاتی میں اجر کا خیال نہیں ہوتا۔ یہ آخری مقام ہے جہاں سلوک کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

ان عبادی لیس لک علیہم السلطان جب تک انسان اجر کے سہارے کام کرتا ہے اسوقت تک شیطان کو بہکانے کا موقع مل سکتا ہے لیکن جب وہ اس مرحلہ سے نکل جاتا ہے تو پھر ان عبادی لیس لک علیہم السلطان کے گروہ میں آجاتا ہے اور شیطان کے تسلط سے نکل آتا ہے باہمی معاملہ میں تفرقہ ممکن ہے لیکن محبت ذاتی میں تفرقہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے ماں اور بچے کے تعلقات میں اگر ماں کو کہدیا جاوے کہ تو اگر دودھ نہ دے گی اور اس سے بچے کو کوئی صدمہ پہونچے تو تجھے کوئی نہ پکڑے گا۔ تو وہ اس سے کوئی اثر پذیر نہ ہوگی بلکہ ایسا حکم اور مشورہ دینے والے کو گالیاں دیگی۔

ماں مارے بچہ ماں ماں پکارے پس جب انسان نیکیوں اور ایمان میں ترقی کرتا ہے تو اسکی اس بچہ کی سی حالت ہو جاتی ہے جو ہر حالت میں ماں ہی کیطرف دوڑتا ہے جیسے ایک مثال ہے ماں مارے بچہ ماں ماں پکارے۔ جسقدر مشکلات اور مصائب آتے ہیں اسیقدر سالک قدم آگے بڑہاتا ہے اور انہیں سے زیادہ لطف آتا ہے اور مجاہدہ میں اور بھی ترقی کرتا ہے پس یاد رکھو کہ برکات اور تائیدات نہیں ملتیں جب تک محبت ذاتی نہ ہو۔ دنیا میں اگر کوئی خدمت گار بدون کسی امید اجر کے خدمت کرتا ہے تو اُسے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھا جاتا ہے۔

استغفار انسان پر بعض اوقات غفلت کی تیرگی چہا جاتی ہے اس لئے اسلام نے استغفار کی ہدایت کی ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ زنگ آنے ہی نہ پائے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ استغفار پر اعتراض کیوں کرتے ہیں استغفار تو یہ ہے کہ زنگ پاس آنے ہی نہ پاوے اور گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔

تمام انبیاء بشریت کے لحاظ سے اسکے محتاج ہیں اور جسقدر کوئی استغفار زیادہ کرتا رہا ہے اسیقدر اسکی عظمت کا مقام بلند ہے۔

بہت سے حقایق ہیں جو دنیا کی نظر سے مخفی ہیں۔ مگر اب بہار آگئی ہے۔ مجھے عیسائیوں پر افسوس آتا ہے کہ جب انکے ہاں انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر وہ پگٹ پر کیوں ناراض ہیں۔

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

"ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں اقتباس"

ماہ رمضان آج رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا۔ بعد نماز مغرب خود حجۃ اللہ سقف مسجد پر رویت ہلال کے لئے تشریف لے گئے اور چاند دیکھا اور مسجد میں آکر فرمایا کہ رمضان گذشتہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا ہے۔

تزکیہ نفس اور تجلی قلب شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیوں نے اس مہینے کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور

اور روزہ سے **تجلی قلب** ہوتی ہے تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جس سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے انزل فیہ القرآن میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزہ کا اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔

اپنا التزام صوم

ایک مرتبہ ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لیے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے اسبات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں۔

اپنا اہل بیت ہونا

اہل بیت کے متعلق حضرت جری اللہ نے اپنی ایک رویا سے جو الحکم نمبر ۳۸ جلد ۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ کالم تیسرے میں درج ہے اور اسکا اقتباس یہ ہے استدلال فرمایا بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات بتاتے ہیں اور میں اسکو سنتا ہوں مگر صورت نہیں دیکھتا ایک حالت میں الکشف والالہام ہوتی ہے ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی رات کو آپ نے مسیح موعود یعنی میری نسبت فرمایا کہ مصلح الحرب و مصلح الناس یعنی ایک طرف تو جنگ و جدال اور حرب کو اٹھا دیگا دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرا دیگا۔ گویا مسیح موعود کے لئے دو نشان ہونگے اور بیرونی نشان یہ کہ حرب نہ ہوگی دوسرا اندرونی کہ باہم مصالحت ہو جائیگی پھر اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **سلمان منا اھل البیت علی مشرب الحسن**۔

سلمان یعنی دو صلحیں مسیح موعود کے ہاتھ سے ہونگی اور وہ علی مشرب الحسن یعنی حسنی المشرب ہوگا جنہوں نے دو صلحیں کرا دی تھیں۔"

فرمایا میں حسین کے مشرب پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ حسن المشرب ہوں کہ جسنے صلح کرا دی تھی غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہل بیت میں داخل کیا اور میں نے اس رویا کے موافق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا التزام کیا۔ اس اثنا میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور

تاثیرات روزہ

جو اعلےٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جنکا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اسکے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جنکا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے انکو دل سے ایسا تعلق تھا کہ انکو دیکھ کر دل کو نہایت سرور ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ انکو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا اُن کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جنکو ان امور سے خبر ملتی ہے"

ایڈیٹر اس حصہ کو بغرض صحت اور تفصیل کی غرض سے حضرت حجۃ اللہ کی لائف میں سے بلفظہ نقل کر دیا ہے غرض یہ حالت روزہ رکھنے سے گذری۔ فرمایا یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا ہے اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا۔ مگر

نشاط نوجوانی تا بہ سی سال
چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال

چالیس سال کے بعد حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے

بدنی اور مالی عبادتیں

فرمایا عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں عبادات مالی اور بدنی۔ مالی عبادتیں تو اس کے لئے ہیں جسکے پاس مال ہو۔ اور جسکے پاس نہیں وہ معذور ہے بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی ہی میں کر سکتا ہے ورنہ ۶۰ سال کے بعد طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آ جاتی ہے سچ کہا ہے پیری و صد عیب چنین گفتہ اند۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں

موئے سفید از اجل آرد پیام

انسان کو چاہیے کہ جب استطاعت خدا کے فرایض بجا لاوے۔ روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے **ان تصوموا خیر لکم** یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیے وہ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔

اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخشدیگا۔

اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کیواسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اُسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اسکے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اسکے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اسکا دل اسبات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اسکے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھیگا یہ ایک باریک امر ہے اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کیوجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہونگے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا ...

... رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا انکو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں انکو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اسکے نفس پر اسکے واسطے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتا ہے تو وہ ... آگ سے بچا ...